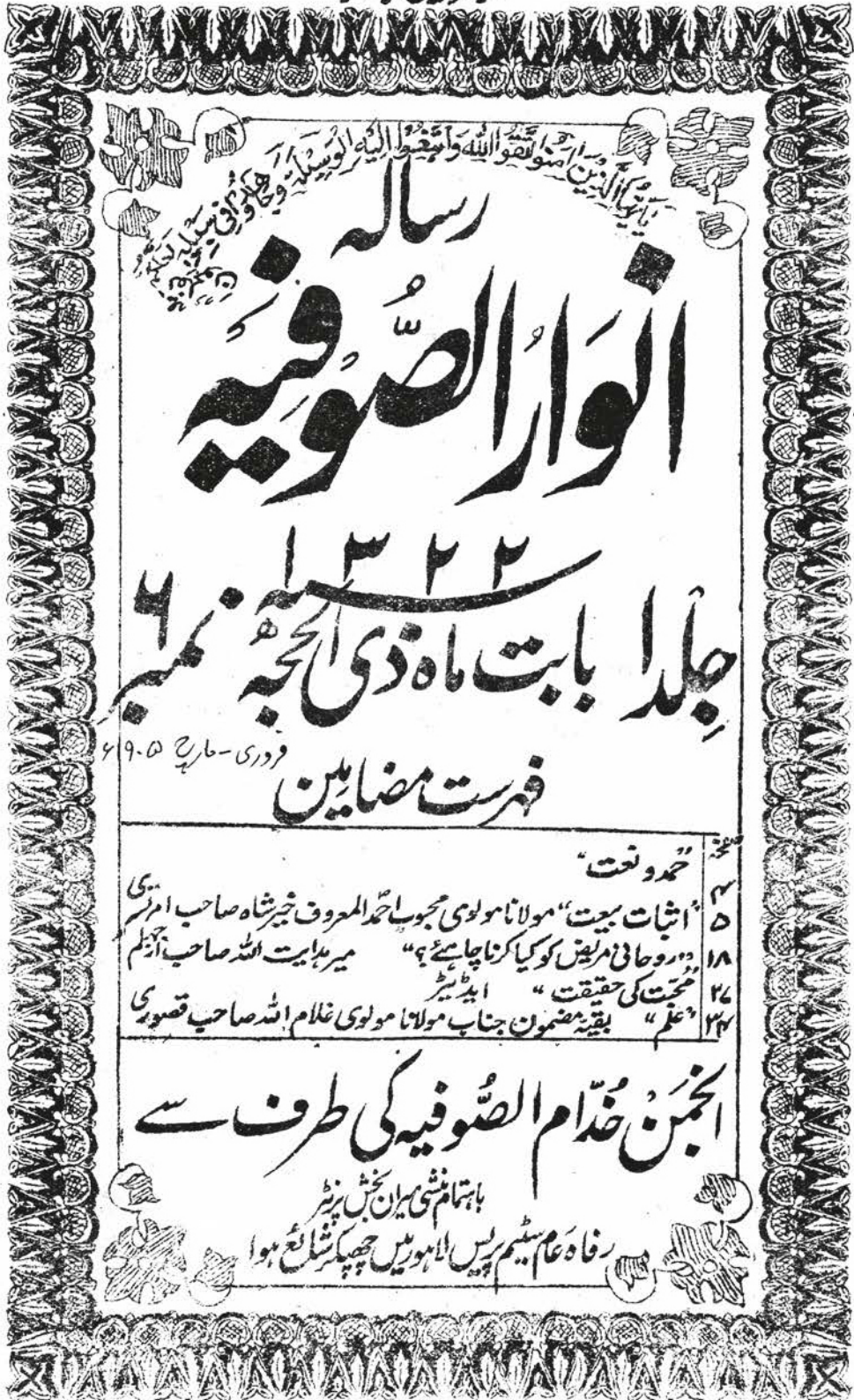


حشر ذیل مجلہ



انوار الصوفیہ رسائل پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری
نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام 1904 کو شروع کروایا تھا

رسالہ انوار الصوفیہ کی 1904 کی ابتدائی 12 جلدیں مہیا

پروفیسر محمد منشا علی جماعتی کرنے پر میں پروفیسر فاروق منشا صاحب کا مشکور ہوں
خلیفہ مجاز علی پور سید ادا شریف

نوٹ: یہ رسائل بابا جی سرکار پروفیسر منشا صاحب نے

خود پروفیسر فاروق صاحب کو دیے تھے، اور ان تمام رسائل

کی سکننگ کا تمام کام پروفیسر فاروق صاحب نے کیا ہے،

جن کی لسٹ مندرجہ بالا ہے (بختیار حسین جماعتی)



تاجدار بہاولپور



پروفیسر فاروق منشا جماعتی

1 1904 Agust	5 1905 February	9 1905 June
2 1904 September	6 1905 March	10 1905 July
3 1904 October	7 1905 April	11 1905 Agust
4 1905 January	8 1905 May	

https://archive.org/details/@bakhtiar_hussain

<http://ameeremillat.com.pk>

<http://ameer-e-millat.com>

<http://www.ameeremillat.com>

<http://www.haqwalisarkar.com>

<http://www.nfiecomblogspot.com>

www.marfat.com

www.flickr.com/photos/91889703@N07

www.facebook.com/groups/alipurmureeds/

<http://vimeo.com/user13885879/videos>

www.jamaatali.blogspot.com

www.nfiecomblogspot.com

www.marfat.com

علی پور شریف کی ویڈیو YouTube پر دیکھنے کیلئے اس لنک پر کلک کریں

[YouTube /bakhtiar2k/videos](https://www.youtube.com/channel/UCBakhtiar2k/videos)

علی پور شریف کی کتابیں انٹرنیٹ پر آن لائن پڑھنے کیلئے اس لنک پر کلک کریں

www.scribd.com/user/23646328/bakhtiar2k/uploads

بختیار حسین جماعتی

بختیار حسین جماعتی

بختیار حسین جماعتی

انٹرنیٹ پر دیکھنے کیلئے اس لنک پر کلک کریں
www.flickr.com/photos/34727076@N08/
علی پور شریف کی کتابیں موبائل پر حاصل کرنے کیلئے اس واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں
0323-5551982
بختیار حسین جماعتی

مقاصد اغراض سنا انوار الصوفیہ

۱ اتحاد جمیع سلال صوفیہ مثلاً نقشبندیہ چشتیہ

قادیہ سہروردیہ وغیرہ۔

۲ اشاعت علم تصوف۔

۳ فراہمی کتب تصوف۔

۴ صوفیہ کرام کا تذکرہ۔ اخلاق و آداب وغیرہ

کی تعلیم وغیرہ وغیرہ۔

ط

ذ

ہر ایک قسم کی خط و کتابت متعلقہ انجمن خدام الصوفیہ

یا رسالہ ہذا و ترسیل زر و منی آرڈر و تبادلہ اخبارات و رسالہ جات

بنام حافظ ظفر علی ایڈیٹر دفتر رسالہ انوار الصوفیہ ہارمینڈ می ہونی پٹیا

انجمن خدام الصوفیہ کا دوسرا سالانہ اجلاس میں کا ہوا

یہ اجلاس بتاریخ ۲۱ و ۲۲ ماہ مارچ ۱۹۵۹ء مطابق ۱۴ و ۱۵ محرم الحرام
مسجد شاہی لاہور میں بسر پرستی زبدۃ السالکین قدوة الواصلین آرام
جان عاشقان مراد دل مشتاقان عالی جناب حضرت حافظہ حاجی صوفی
سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ و کعبہ نقشبندی مجددی
علی پوری دامت برکاتہم و فیوضہم منعقد ہوگا۔ جس میں حضرات صوفیائے
کرام و علمائے عظام ملک کے دوز دراز حصوں سے تشریف لاکر اجلاس کو
رونق بخشیں گے۔ طالب کیواسطے فیض روحانی حاصل کرنے کا عجیب موقع
ہے۔ ایسی مبارک مجلسیں حسن اتفاق سے نصیب ہوا کرتی ہیں۔ اسمیں شامل
ہو کر سعادت دارین حاصل کرنا چاہئے۔ زندگی میں یہ موقع پھر کبھی نصیب
نہ ہو۔ اس موقع کو عنایت سمجھنا چاہئے۔

تساں دگرے کہ خورد زندہ کہ ماند
دنیا کے کاروبار تو چلے ہی جائیں گے۔

اتفاق بلبیل و گل بارہا خواب شدن
بعد از بس ما و شما و شیر بستاناں بالیص

آئے بشرف لائیئے! اقدم رنجہ فرمائیئے! عاشقانِ التی کی باتیں سن جائیئے!

ایڈیٹر

حم

رگزشہ اشاعت سے آگے

عقل را جان و عقل بر باید جبر غیلے بیاں ہمہ صولت مرغ کا نجا پرید پر بند گفتی اورا شریک ہش میدار نکند درت دم حدیث حدیث کنہ تو پس بود بمعرفتش چند ازیں غریخ و طبع رنگ آمیز پس بشا لستکی ورا بستود برتر از برگزیدہ عقل است نفس کل یک پیادہ بردر او عقل را کردہ ہم تعقل عصال در رہ کنت او چو ماحیاں آنچہ زان برتر است آن ہست او کے تو اں بود کردگار شناس از خدای کجا شدے آگاہ	عز و صفتش کہ روئے بنماید کم ز کجاشے آید از صولت عقل کا نجا پرید سر بند ہر چہ را ہست گفتی ازین و بار جز بجز ریک و نفس خبیث در رہ قہر و عزت و صفتش چند ازیں عقل ترہات انگیز عقل را خود بخود چو راہ نمود کاؤل آفریدہ عقل است عقل کل یک سخن زدفتہ او عشق را دادہ ہم بعشق کمال عقل مانند ماست سرگرداں عقل عقل است و جان جان است او بتقاضائے عقل و نفس جو کس گر نہ ایزد ورا نمودے راہ
--	---

نعت

کیونکر جلیں گے حشر کے دن آفتاب میں رحمت کے دو یہ سورے ہیں اُم الکتاب میں نقطے ہیں چار حرف ہیں پانچ آفتاب میں حضرت کا ایک نام ہے سب کے جواب میں یعقوب دیکھ کر تیرے جلوہ کو خواب میں	ڈوبے ہوئے ہیں لوگ جو عشق جناب میں سب طیں مصطفیٰ ہیں جو زہرا کے نور عین آئینہ ہے یہ بیچتن و چار یار کا جتنے سوال چاہیں کرے منکر و نکیر تو وہ جیب حق ہے کہ یوسف کو بھونکے
--	---

مجرم تھے کشمکش میں فرشتے عذاب میں
ہوتا ہے خشک دامن نرا آفتاب میں
ہم مجرموں کے جرم تو ہیں کس حساب میں
بیجا ہے نہ کر دوزخ و جنت کے باتیں
کی ہے شراب کیف نہ ہو جس شراب میں
تار سدرہ جبرئیل ایس تھے رکاب میں

حضرت ہوئے شفیع تو دونوں کو دی نجات
مجرم ہو پاک جائے جو حضرت کے سامنے
اللہ بخش دے جو وہ شیطاں کہوں شفیع
جو کہدیا ہے آپ نے اُس کا یقین کہ
عشق رسول شرط ہے اسلام کے لئے
حضرت چلے سوار جو ہو کر براق پر

اُس زلف و رُخ کی مدح و ثنا کی ہے جب امیر
لکھے ہیں شرمشک ملا کر گلاب میں

اثباتِ بیعت



”آج ہم اُس مضمون کو ہدیہٴ احباب کرتے ہیں۔ جو ہمارے کرم فرما جناب مولانا مولوی
محبوب احمد المعروف خیر شاہ صاحب نقشبندی امرتسری عم فیضہم نے ہمیں اثباتِ
پر بھیجا ہے۔ مولوی صاحب ممدوح علاوہ عالم فاضل ہونے کے سلسلہ عالیہ
نقشبندیہ میں قطبِ زمانِ غوثِ دُوراں عالیجناب حضرت حاجی حافظ حاجی سید
جماعتِ تحلی شاہ صاحب علیپوری دامت برکاتہم کے مُرید بھی ہیں۔“ ایڈیٹر
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نَحْمَدُ اللّٰهَ وَنُصَلِّیْ وَسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
اے حضرات شائقینِ اہل ایمان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
اس مسئلہ کے متعلق حضرت مولانا شیخ المذکور الامتہ شاہ ولی اللہ صاحب
محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے کتابِ قولِ الجلیل میں مفصل بحث کی ہے جس نے
مطالعہ کے شبہات دور ہو سکتے ہیں۔ مگر اس موقع پر مضمونِ بیعت پر چند
ادلہ تحریر کرتا ہوں۔

واضح رہے کہ فی الحال اصلی طریقہٴ بیعت جملہ اہل ایمان کے نزدیک قرآن
حق کا ذریعہ ہے۔ اور یہ مسئلہ اصولِ اسلامیہ یعنی قرآن و حدیث و اجماع سے

بخوبی ثابت ہے۔ پہلے لفظ بیعت کے معنے ملحوظ رہیں۔ بیعت کے معنے (۱) اتباع کرنا۔ (۲) وعدہ کرنا (۳) خرید و فروخت کرنا (۴) کسی بزرگ کا مرید ہونا (۵) نکاح وغیرہ۔ چنانچہ قاموس میں ہے۔ الباع قد رالیدین کا البوع ویفیم الباع بالشیئی ولسط الید بالمال وباع یبیع تبلیغاً وباع من السلطان سعیہ الیہ واتباعہ وامتزاکاً ولبایع واتباع سالہ وان یبیعہ منہ۔
صرح میں ہے۔ الباع ذو لبطۃ وکم بوع قولاج کردن وگام فراخ نہاد ناوہ واسپ دوانیدن بیع خریدن و فروختن من الاصداد مبايعۃ بالکید بگر فروختن و بیعت کردن۔ تبالیع مثلاً۔

غیاث میں ہے۔ بیعت بالفتح فرماں برداری کردن۔ وعہد و پیمان و اخلاص خود را دوستی فروختن و مرید شدن و گاہے مراد از عقد و نکاح۔ از بہار عجم۔
خیر یہ تو لغوی معنے ہوئے مگر لغت کے ساتھ جیتک کوئی قول و فعل نبوی صحت و مددگار نہ ہو تب تک پوری پوری حقیقت نہیں کھلتی۔ اول تو قرآن کریم کی آیات بیان کرتا ہوں بعد ازاں احادیث کی تفصیل و تشریح مذکور ہوگی۔ کیت
یہ خدا کے کریم راضی ہوا اُن ایمانداروں پر جنہوں نے (یا محمد) تیری بیعت کی نیچے درخت کے خدانے جان لیا جو اُن کے دلوں میں موجود ہے۔ پس خدانے اُن پر سکینہ نازل فرمایا۔ سورا انعام میں ایک اور فتح بخش دی۔

اول لقد رضی اللہ عن المؤمنین
اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فاعلموا
فی قلوبہم فانزل السکینۃ علیہم
واتاہبہم فتاً قریباً

یعنی تحقیق جو لوگ تیرے ساتھ یا محمد بیعت کرتے ہیں وہ خدا ہی کے ساتھ بیعت کرتے ہیں۔ اُن کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہے۔ پس جو کوئی بیعت کو توڑیگا وہ اپنی جان پر توڑیگا۔ اور جو کوئی بیعت کو پورا پورا عمل میں لا دیگا اُس کو خدا تعالیٰ سے بہت بڑا اجر ملیگا۔

آیہ دوم۔ ان الذین یبایعونک انما
یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم
فمن نکث فاما ینکث علی نفسه
ومن اوفی بما عہد علیہ اللہ
فسیؤتیہ اجر عظیماً

اس آیت میں حرف بدل آیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیعت اصلی یہی ہے جس میں ہاتھ سے ہاتھ ملا کر اقرار کیا جاوے۔ بلکہ ہاتھ سے ہاتھ ملانا ایسی لازم و ضروری بات ہے کہ ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے کسی ضروری کام کے واسطے مکہ معظمہ کو روانہ فرمایا اور حضرت عثمانؓ کے بعد بیعت رضوان ہوئی۔ جس میں حضرت عثمانؓ کے سوا سب اصحاب حاضر تھے۔ اور سب نے بیعت کی۔ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ حضور علیہ السلام کے علاوہ نبی صحا نسبت نامادی بھی تھی تو اسلئے حضور علیہ السلام نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ پس عثمان کی بیعت ہو گئی۔ رواہ الترمذی مشکوٰۃ باب مناقب عثمان۔

غرضیکہ بیعت وہی اصلی ہے جس میں ہاتھ میں ہاتھ ملایا جاوے۔ البتہ بعض مشکلات ضروریات کی وجہ سے اور بھی طرق ہیں۔ جیسا کہ غائب کی بیعت یا بچوں کی بیعت۔ یا عورتوں کی بیعت۔ یا کثرت ہجوم کے وقت صدق و اخلاص کو ہی تصور و خیال کر کے بیعت کی جاتی ہے۔ مگر بلا عذر ہاتھ سے ہاتھ نہ ملانا بد قسمتی ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث قول الجلیل میں لکھتے ہیں:-

یعنی میں نے اپنے قبلہ و کعبہ والد ماجد کے سنا فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اؤ آپ سے میں نے بیعت کی۔ آپ

سمعت سیّدی الوالد یقول رأیت رسول اللہ فی مہمّرة فیأبیتہ فأخذ علیہ الصلوٰۃ والسلام یدیّ بیدینہ فانا اصافم عند البیعت الخ۔

نے میرے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں میں پکڑا۔ اور میں اسی طرح بیعت کرتا ہوں۔

یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ احادیث میں کن امور پر بیعت مروی ہے۔

یعنی فرمایا جریر بن عبد اللہ نے کہ میں نے بیعت کی اؤ پر ادا کرنے نماز کے اور زکوٰۃ کے اور نصیحت کرنے ہر ایک

حدیث (۱) عن جریر بن عبد اللہ قال بأبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اقامۃ الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ

والتَّحِيُّمِ الدِّينِ لِمُسْلِمٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

حدیث ۲- اِنَّهُ يَبَايِعُ نَاسًا مِنْ
فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ عَلٰى اَنْ لَا يَسْتَلُوْا
النَّاسَ شَيْئًا فَاَنْ اَحَدُهُمْ لِيَسْقُطَ طَوَّةٌ
فِيَنْذَلَ عَنْ فَرْسِهِ فَيَاْخُذَ وَلَا
يَسْتَلُ احَدًا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ -

کوڑا یا چابک گر جاتا تو خود ہی اتر کر زمین سے اٹھالیتا۔ اور کسی سے یہ سوال نہ کرتا
کہ چابک مجھے پکڑا دے۔

حدیث ۳- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ
بْنِ عَمْرِو قَالَ كُنَّا إِذَا بَايَعْنَا رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ
وَالطَّاعَةِ وَيَقُولُ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِمَا اسْتَطَعْتُمْ -

موافق اطاعت کرو۔

حدیث ۴- عَنْ عِبَادَةَ بْنِ صَامِتٍ
قَالَ بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلٰى اَنْ لَا نَشْرِكَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا نَتَزَنَّى
وَلَا نَسْرِقُ وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ
اللَّهُ اِلَّا بِالْحَقِّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ -

حدیث ۵- عَنْ عِبَادَةَ بْنِ صَامِتٍ قَالَ
كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَايَعُونِي عَلٰى اَنْ لَا
تَشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا
وَقَرَأَ آيَةَ النَّسَائِىِ اِىْ اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ
الَّتِي فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ رَوَاهُ الصَّحِيْحُ وَآخِرُهُ عَلَيْهِ
وَاحِدٌ فِي سَنَدِهِ وَابْنُ الْمُنْذَرِ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ وَغَيْرُهُ

مسلمان کے۔

یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض
فقراء مہاجرین سے بیعت لی اس بات
پر کہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کریں۔
پھر وہ لوگ ایسے مضبوط تھے کہ اگر
سواری کی حالت میں کسی کے ہاتھ سے
کوڑا یا چابک گر زمین سے اٹھالیتا۔ اور کسی سے یہ سوال نہ کرتا

یعنی حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہم جس
وقت بیعت کرتے تھے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر اور یہ قول
کرنے احکام دین اور فرمانبرداری کے
تو حضرت فرماتے کہ اپنی طاقت کے

یعنی ہم نے بیعت کی حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر کہ
ہم نہ خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک
کریں گے نہ چوری نہ زنا اور نہ قتل
ناحق کریں گے۔

یعنی ہم جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس تھے تو حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو میرے
ساتھ بیعت کرو اس بات پر کہ نہ شریک
کرو خدا کے ساتھ نہ چوری کرو نہ زنا
نہ دیگر بد کام۔

حدیث ۶۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یتامعونی علی ما یباع علیہ النساء فقلنا بلی یا رسول اللہ صلعم فیا یعنہا علی ذلک رواہ البخاری

یعنی فرمایا حضرت سیدنا رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے لوگو! کیا تم میری بیعت نہیں کرتے کہ ان امور پر جس پر عورتوں نے بیعت کی تو ہم نے (صحابہ نے) عرض کی

کہ ہاں۔ چنانچہ پھر تجھے بیعت کی آپ کے ساتھ۔

حدیث ۷۔ عن عائشہ بن مسعود سلمی قال اتیت النبی وفی ساریۃ اتیت انا و اخی وفی ساریۃ اتیت النبی صلعم یاخی فقلت ابا یعہ او با یعنہ علی الحجۃ فقال ان البیعت قد مضت لا ہلہا ولا کمر علی الاسلام والخیر وفی ساریۃ قلت فیا شیئی نیا یعہ قال علی الاسلام والحجۃ والخیر رواہ الصحیحین

یعنی آپ کی خدمت میں ایک دو صہابی آئے اور عرض کی کہ آپ ہم سے بیعت لیں ہجرت پر تو فرمایا جناب سیدنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ بیعت تو ہو چکی البتہ احکام اسلام اور جہاد اور نیک اعمال کی بیعت باقی ہے۔

حدیث ۸۔ عن عبد اللہ بن ہشام ذہبت بہ امہ زینب بنت حمید الی رسول اللہ صلعم فقالت یا رسول اللہ یا یعہ فقال رسول اللہ صلعم ہو صغیر فسدہ اسہ ودعہ والہ وکان یضخ بالشاء الواحدۃ عن جمیع اہلہ رواہ البخاری

یعنی ایک عورت اپنے نابالغ بچے کو بیعت کے واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی تو آپ نے فرمایا کہ یہ بچہ ابھی چھوٹا ہے۔ اس کے سر پر ہاتھ مبارک پھیر کر دعا فرمائی۔ شفاء العلیل میں ہے کہ عبداللہ بن زبیر بھی اپنے بچے کو لائے تو آپ نے دعا فرما کر مسکرا کر اس سے بیعت لی۔

حدیث ۹۔ عن جابر بن عبد اللہ قال کانوا خمس عشرۃ مئۃ الذین یا یعوا النبی صلعم یوم الحذیبیۃ وفی ساریۃ ولم یتخلف احد من المسلمین حضراھا الا جابر بن قیس اخو بنی سلمۃ رواہ البخاری

یعنی پندرہ سو آدمی تھے جنہوں نے حذیبیہ کے دن جناب سیدنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کی۔ اور کوئی شخص بھی اہل اسلام حاضرین میں ہو محروم نہ رہا سوائے جابر بن قیس بن سلمہ کے

حدیث ۱۰۔ فلما دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس الى البيعة جاء به حتى وقفه على رسول الله فقال يا بني الله بايع عبد الله فرفع رأسه فنظر اليه ثلاثا كل ذلك باي قبايعه بعد ثلاث رواه ابو داود۔

حدیث ۱۱۔ عن سلمة بن الأكوع قال بايعت النبي صلى الله عليه وسلم نشر عدلت الى الظل شجرة فلما خسف الناس قال يا بن الأكوع الاتبايع قال قلت يا بعت قال وايضا قبايعه الثانية رواه البخاري۔

خلاصہ یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد از فتح مکہ لوگوں کو بیعت کے واسطے بلایا اور بیعت لی۔

پس ثابت ہوا کہ بعض بیعیوں کا خیال کہ بیعت صرف ہجرت تک یا فتح تک ہی تھی بالکل غلط و تصور غلط ہے۔

یعنی سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کی اور ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا جب لوگ کم ہو گئے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹے اکوع کے تو مجھ سے بیعت نہیں کرتا۔ میں نے عرض

کی کہ میں بیعت کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا اور دوبارہ کر لے۔ چنانچہ میں نے دوبارہ بیعت کر لی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر شیخ کو شک پڑ جاوے کسی شخص کی نسبت تو دوبارہ بیعت کر لے۔

حدیث ۱۲۔ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وحوله عصاة من اصحابه تعالوا يا بعلوني على ان لا تشركوا بالله شيئا ولا تشركوا ولا تزنا ولا تقتلوا اولادكم ولا ماتوا بجهنم فتفترؤا بين ايديكم وارجلكم ولا تعصوني في معروف رواه الصحيحين۔

میں نے آپ کے گرد اگر دو صحابہ کرام کی مجلس تھی جن کو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! آؤ میری بیعت کرو اس پر کہ نہ شرک کرو خدا کے ساتھ نہ چوری کرو نہ زنا کرو نہ قتل ناحق کرو نہ میری نافرمانی کرو۔

پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کوئی صوفی بزرگ کسی شخص کو بہ نیت خیر خواہی کہے کہ آؤ میری بیعت کرو۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لہذا حدیث مرقومہ و آئندہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ سلم کا طریقہ بیعت لینا تھا۔ اور یہ بیعت لینا خدا کے حکم سے تھا۔
آیت ۳۔ یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ
بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا
يَأْتِينَ بِنِعَتَيْنِ يَفْزَعْنِيَهُ بَيْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَأَنْزِلَاهُنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ
فِي مَعْصِرٍ وَفِي قِيَابِغِهِنَّ وَأَسْتَغْفِرُ لهنَّ اللَّهُ ذَاتُ الرَّحْمَةِ
رَحِيمٌ ۝

اس آیت سے ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ عورتوں سے
بیعت لیں اور اُس پر مستحکم رہنے کی تاکید فرمائیں۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
عورتوں سے بیعت لی۔ چنانچہ ابن جوزی محدث ایک وقت کی بیعت کا ذکر لکھتے
ہیں کہ چار سو ستاون عورتوں نے بیعت کی۔

یعنی ام عطیہ فرماتی ہیں کہ جس وقت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف
میں تشریف لائے تو آپ نے انصاف
کی عورتوں کو ایک مکان میں جمع کیا
اور اُن کی طرف حضرت عمرؓ بن خطاب
کو روانہ فرمایا۔ پس حضرت عمرؓ نے دروازہ
پر کھڑے ہو کر سلام کر کے فرمایا کہ مجھے خدا
پاک کے رسولؐ نے بھیجا ہے۔ کیا تم
بیعت کرو گی اس پر کہ نہ شرک کرو
خدا کے ساتھ نہ چوری کرو اور نہ زنا کرو
تو سب عورتوں نے کہا کہ ہاں۔ پس عمرؓ
فاروق اعظم نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور

حدیث ۱۳۔ اخرج ابن سعد وعبد
بن حمید والوداؤد والبیہقی والطبرانی
وابن مردويه والبیہقی عن ام عطیة
قالت لما قدم رسول الله صلعم المدينة
جمع النساء الانصار في بيت فارسل
اليهم عمر بن الخطاب فقام على الباب
فسلم فقال انا رسول رسول الله اليكن
تبایعن علی ان لا تشركن بالله شيئا
ولا تسرقن ولا تزنین قلنا نعم فمده
يد من خارج البيت مددنا ايدينا من
داخل البيت كذا في الدرر المنثور قلت
اخراج ابن جرير وثاقه ابن كثير الخ

سب نے اپنے اپنے ہاتھ لمبے کئے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کی مجلس جدا تھی اور حضرت عمرؓ
کیلے وہاں پر تھے اور ہاتھ سے عورتوں نے بیعت کی۔

یعنی بروز فتح مکہ کوہ صفا پر تو حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم مردوں سے بیعت
لیتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی
پہاڑ کے نیچے علیحدہ عورتوں سے
بیعت لیتے تھے۔

یعنی حضرت سیدنا رسول اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیعت لی
اور شرک و نوکھ (بین) وغیرہ سے
منع فرمایا۔

یعنی ہندہ عتیہ کی بیٹی نے عرض کی کہ
مجھ سے بیعت نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ
میں نہ تو تمکا جب تک تو دو نوں ہاتھوں
کا رنگ نہ بدلے۔

یعنی ایک عورت نے پردہ میں سے
بیعت کے واسطے ہاتھ نکالا۔ اور اشارہ
کیا جس میں ایک چٹھی تھی بطرف رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے تو آپ نے ہاتھ مبارک پیچھے
ہٹا کر فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ یہ ہاتھ

یعنی جس وقت بیعت لیتے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے تو منگوانے
ایک پیالہ پانی کا اور اُس میں آپ بھی
ہاتھ مبارک ڈالتے پھر وہ عورتیں بھی

حدیث ۱۴۔ اخراج ابن ابی حاتم عن
مقاتل قال نزلت هذه الآية
يوم الفتح فبايع رسول الله صلى الله
عليه وسلم الرجال على الصفا و
عمرى بايع النساء تحتها عن رسول
الله واخرج نحوه ابن جرير وابن
صريح وبيعه عن ابن عباس۔

حدیث ۱۵۔ عن ام عطية قالت بايعنا
رسول الله صلعم فقرأ علينا اية ان لا
يشركن بالله شيئا ونهانا عن النياحة
فقبضت منا امرأة يدها الخد رواه البخاري ومسلم

حدیث ۱۶۔ ان هندا بنت عتبة
قالت يا نبي الله بايعني فقال لا
ابايعك حتى تغيري كفيلك فكاتمها
كفاسيع رواه ابو داود۔

حدیث ۱۷۔ عن عائشة او مت امرأة
من وراء الستر بيد لها كتاب الى
رسول الله صلعم فقبض النبي صلعم
يده فقال ما ادرى ايد رجل ام يدا امرأة
الحديث رواه ابو داود والنسائي۔

مرد کا ہے یا عورت کا۔

حدیث ۱۸۔ عن عمرو بن شعيب عن
ابيه عن جدّه قال كان رسول الله
صلى الله عليه وسلم اذا بايع النساء
دعا يقدح ماء فغمس يده فيه ثم غمس

ایدھن فیہ۔

اپنے ہاتھ ڈالتیں۔ روایت کیا اس کو

ابن سعد و ابن مردویہ نے اور ابن اسحاق نے مخازی میں۔

یعنی امام شعبی سے روایت ہے کہ جناب
سیدنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو
اپنے ہاتھ مبارک پر کچڑہ رکھ لیتے
تھے۔

حدیث ۱۹۔ عن الشعبي كان رسول
الله صلى الله عليه وسلم يبايع النساء
ووضع على يده ثوبه اخضره سعد بن
منصور وابن سعد والوداؤد في السيل
وعبد الرزاق

یعنی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت اقدس میں عورتیں آئیں اور
بیعت کر کے مصافحہ کرتے کا سوال کیا
تو آپ نے فرمایا کہ میں عورتوں سے
مصافحہ نہیں کرتا۔ البتہ میں قوی بیعت
عورتوں سے لیتا ہوں۔ اس حدیث سے
ثابت ہوا کہ ہاتھ سے ہاتھ نہیں ملائے
دوسری حدیثوں سے اوپر ثابت ہو گیا
ہے کہ آپ نے ہاتھ عورتوں سے بلائے
پس علی سبیل الاختلاف دونوں امر ثابت
ہوئے تو معلوم ہوا کہ کبھی تو مصلحت
اسی میں دیکھی کہ مصافحہ عورتوں سے نہ
کیا جاوے۔ کبھی علی سبیل الجواز یا
یوجہ استحسان مناسب سمجھا کہ مصافحہ کیا جاوے۔ یا ہاتھ بلائے سے مراد صرف
ایماء و اشارہ ہے نہ اتصال و مساس۔

حدیث ۲۰۔ عن أمية بنت رقية أنها
قالت اتت رسول الله صلى الله عليه
وسلم في سنة بايعته على الاسلام
فقلنا له رسول الله يبايعك على ان
لا تشرك بالله ولا تسرق ولا تنزني ولا
تقتل اولادنا ولا تاتي بهمتان نقتله
بين ايدينا وارجلنا ولا نغصبك
في معروف فقال رسول الله فبما
استطعن وأطقتن قالت فقلن الله
وسهوله ارحم بنا من انفسنا هلم
تبايعك واصافحك فقال اني لا اصنع
النساء انما قولن لما نأمر امرأة كقولن
لا امرأة واحد رواه الموطا والمعالم۔

غرض بیعت کا ثبوت و سنیت کتاب اللہ و حدیث سے بخوبی طور پر ثابت
ہو گیا۔ افسوس صد افسوس کہ آج کل کے بعض بے علم احباب کو روزمرہ کی محبت
متداولہ بھی دیکھنا نصیب نہیں۔ حالانکہ حضرات محدثین نے بڑے زور سے بیعت

کے ثبوت کے جُدا جُدا باب باندھے ہیں۔ چنانچہ ناظرین کی تسلی کے لئے
سیرت چند حوالہ جات پیش کرتا ہوں:-

اول صحیح بخاری صفحہ ۷ باب البیعة علی اقامۃ الصلوٰۃ صفحہ ۱۸۸۔ باب البیعة علی
ایتاء الزکوٰۃ۔ صفحہ ۴۱۵ باب البیعت فی الحرب۔ صفحہ ۶۹۔ باب کیف یبایع الامام
الناس۔ صفحہ ۱۰۰۔ باب البیعة من بایع مرتین۔

دوم۔ صحیح مسلم جلد ثانی صفحہ ۱۲۹۔ باب استحباب مباہقۃ الامام۔ صفحہ ۱۳۰ جلد ثانی
باب المباہقۃ بعد قطع مکہ۔ صفحہ ۱۳۱ جلد ثانی جلد باب کیف بیعت النساء۔

سوم۔ سنن ابو داؤد۔ جلد ثانی صفحہ ۵۲ باب ماجاء فی البیعة۔ صفحہ ۲۰۶ باب
نکث البیعت و باب ماجاء فی بیعت العبد و باب ماجاء فی بیعت النساء۔

چہارم موطا جلد ثانی مُصنّفی صفحہ ۸۱۔ باب البیعة علی ارکان الاسلام۔

پنجم۔ ابن ماجہ۔ صفحہ ۲۱۱۔ باب البیعة اور باب الوفا بالبیعة۔ صفحہ ۲۱۲ باب بیعت النساء

اور مسوی شرح موطا میں بھی عمدہ ذکر ہے۔ قول الجلیل میں مفصل بیان ہے جو فضیلہ

تمام محدثین کے نزدیک بیعت کے ہر ایک قسم کے جواز کا ثبوت مکرر سے کر رہا
نہایت ہے۔

البتہ ایک بات ضروری جو ہر وقت یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے کہ پیرو
مرشد بننا کوئی آسان نہیں اور مرید و طالب ہونا کوئی کھیل نہیں۔ بلکہ اس کے
متعلق بہت سخت حدود و قیود ہیں۔ چنانچہ ذکر مفصل قول الجلیل و عوارف شریعت
اور نفحات و رشحات و احیاء العلوم میں مذکور ہے۔ مگر کچھ قدرے عرض کرتا ہوں۔

اول تو پیرو مرشد کا عالم ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ بے علم فقیر کی مثال ایسی ہے

جیسا کہ اندھا گھوڑے پر سوار۔ جس طرح اندھا گھوڑے کو قابو تو کر لیتا ہے مگر رات

و رفتار کا علم اُس کو نہیں۔ بلکہ گھوڑا کسی وقت چاہے تو گرا دے یا جدھر چاہے

لے جاوے۔ اسی طرح فقیر بے علم نفس اپنے پر قابو تو پا لیتا ہے مگر شیطان کے

پکاڑنے کے راستوں کا علم ہونا اشد ضروری ہے۔ علم سے مراد فلسفہ و منطق

و ریاضی نہیں بلکہ صرف علوم ضروریہ و مایستقل بالتقویٰ کا ماہر و عالم ہو۔

دوم۔ یہ کہ عقیدہ اہلسنت و الجماعت سے اُس کا قول و فعل باہر نہ ہو۔

سوم یہ کہ دنیا و حب جاہ و مال میں سرگرم نہ ہو بلکہ ہدایت خلق اللہ مقصود ہو۔
چہارم۔ خودی و تکبر و انانیت کے الفاظ عمداً زبان سے نہ نکالے۔

پنجم کسی قسم کی بدعت سنیہ کا مرتکب و موجد نہ ہو۔

ششم احکام ظاہریہ شرعیہ کا اس حد تک اہتمام کرے کہ ادنیٰ ادنیٰ مکروہ و مشکوک چیزوں سے احتیاط اور حتیٰ الوسع مستحب بھی ترک نہ کرے۔

ہفتم یہ کہ وہ اپنے مریدوں کو خلاف عقائد حقہ اہلسنت تعلیم و تلقین نہ کرے۔
ہشتم۔ بے پیر بے مرشد نہ ہو اپنے پیران طریقت کا شجرہ شائع کرے۔

نہم۔ سلف صالحین و علماء دین پر بدظن نہ ہو۔ بدگو نہ ہو۔
دہم۔ ہر ایک اعلیٰ ادنیٰ امیر غریب کے ساتھ اخلاق و سلوک حسنہ سے برابر پیش آوے۔ ریا کا اس میں دخل نہ ہو۔

بالفعل تو یہی علامات کافی ہیں۔ زیادہ ضرورت ہو تو مکتوبات حضرت امام باقی
مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اور قوت القلوب ابوطالب مکی اور ملفوظات خواجگان
کا مطالعہ فرمائیے۔ پس اگر ایسا پیر صفات مذکورہ سے متصف ہو جائے تو فوراً مرید

ہو جاؤ۔ دیر نہ کرو۔ ایسا نہ ہو۔ من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطان رہے پیر کا
پیر شیطان ہے۔ اب رہی یہ بات کہ کس طریقہ میں داخل ہونا چاہئے۔ یہ بات

قابل تذکرہ نہیں کیونکہ اولیاء اللہ کے سب سلسلے خدا تک پہنچتے ہیں۔ البتہ
جو سلسلہ جس صحابی سے شروع ہے اُس میں اُس صحابی کی قدر و منزلت کے

مطابق فضیلت ہے۔
مقصود تو یہ ہے کہ شیخ کامل و مکمل ہو نقشبندی ہو یا قادری ہو یا

چشتی ہو یا سہروردی ہو۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ جب ایک سلسلہ میں داخل
ہو گئے۔ تو اُس سلسلہ کو حقیر سمجھ کر ترک کر دینا اور دوسرے سلسلہ میں داخل ہونے

کی خواہش کو اخروی کی علامت ہے۔ یہ احتیاط بیعت کرنے سے پہلے چاہئے۔
فی الاصل اگر عذر سے دیکھا جاوے تو یہ طریقت و بیعت شاخ ہے شجر توحید

و معرفت کی یا اُس نور الانوار نور مطلق کا قرب حاصل کرنے کا راستہ ہے۔

کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام کو فرمایا فی الارض خلیفۃ
یعنی آدم زمین میں بارگاہ حق کا خلیفہ ہے۔ پھر داؤد علیہ السلام کو فرمایا جَعَلْنَاكَ
خَلِيفَةً۔ یعنی میں نے تجھ کو خلیفہ مقرر کیا اسی طرح سب انبیاء کرام علیہم السلام
بھی وہی کام کرتے رہے جو خلیفوں کا ہے۔ خلیفہ بمعنی نائب یا نگہبان ہے۔ گویا
خدا نے حضرات انبیاء علیہم السلام کو اسلئے ارسال فرمایا کہ خلق کو راہ حق بتادی
جاوے اور اُن کے حالات کی نگرانی کر کے کسی کے حق میں بشیر ہوں کسی کے
حق میں تنذیر۔ اسی طرح سے نبیوں نے بھی بامِ خدا اپنا اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ چنانچہ
موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو اپنا خاص خلیفہ مقرر فرمایا۔ اَخْلَفْنِی
فِی قَوْمِی وَاَصْلَحْ۔ صحابہ بھی خلافت و امامت کی دُعا خدا سے مانگا کرتے تھے
وَجَعَلْنَا الْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔ اسی طرح حضرت سیدنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
جنگ تبوک میں اپنے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے جانشین چھوڑ گئے۔ اور
حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ اَنْتَ مَبْنِیْ ہِمَّتِنَا لَہَا رُوْنٌ مِّنْ مَّوْتِنِی۔ اسی طرح
فرمایا کہ میرے بعد ابو بکر و عمر کی اقتدا کرو۔ جس قوم میں ابو بکر موجود ہو تو اُوں کو
امامت کا اقتدار نہیں۔ اور بھی خلفاء ہوئے اور مہدی علیہ السلام بھی خلیفہ ہی
ہونگے۔ پس یہ جو حضرات مشائخین اپنے خلفاء مقرر کرتے ہیں تو گویا سنت الہیہ
و سنت نبویہ کے مطابق ہے۔ لہذا ایمانداروں کو ہر وقت یہ دُعا خدا سے مانگنی
چاہئے۔ وَجَعَلْنَا الْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔

ہاں آج کل کے جہال نے جو طریقہ لمحدانہ بدعتِ روش پیری مریدی کا نکالا
ہے یہ سراسر شرع شریفیہ کے مخالف ہے جیسا بنگلہ دہ مذہب نماذہ روزہ چرس۔
پوست کا استعمال۔ ذکر فکر سے محض بے خبر۔ تماشا و رنگ راگ کا شوق۔ تصور
پرستی اُن کی عبادت ہے۔ گانا بجانا مقامِ رُوح ہے۔ ایسے ایسے خلفاء شیطانی
ہیں۔ ایسے ایسے لوگوں سے دُور رہنا عبادت ہے۔ قرآن و حدیث و
اقوال علماء کی اسی پر شہادت ہے۔ بے پیروں بے مُرشدوں سے بچو بچو بچو

پس نہر دستے نہاں داد دست
یارِ بد بد تر یود از مارِ بد

اے پسا ابلیس آدم روی ہست
دُور شو از اختلاطِ یارِ بد

یارِ بد تنها ہمیں بر جاں زند
یارِ بد جانت ستاند اے سلیم
یک زمانے صحبت با اشقیا
یارِ بد بر جان و بر ایماں زند
یارِ بد آرد سوئے نارِ حجیم
بدتر از صد مارِ اضی جاں گزرا
اور صلحا کی صحبت و بیعت سے صد ہا پیاریاں دُور ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہی لوگ
تو اطباء و حکماء اہل ایمان ہیں ۵

چند چند از حکمتِ یونانیاں
علمِ گر بر تن زنی مارے بُود
صد کتاب و صد ورق در ناکن
حکمتِ ایمانیاں را ہم بخواں
علمِ گر بر دل زنی یارے بُود
جان و دل را جانبِ دلدار کن
اگر ان سے شفا نہ ہو تو پھر شفا کہاں؟ یہ تو ایسے حکیم و طبیب ہیں کہ دوا بھی
مفت۔ علاج بھی مفت غذا بھی مفت۔ صرف مریض کا صدق و اخلاص سے
حاضر ہونا شرط ہے۔ اور صدق و اخلاص کی علامت یہ ہے کہ حکیم کو دوست
خیر خواہ جانے جس سے پرہیز کا حکم کرے اُس سے بچے۔
علاوہ ازیں یہ لوگ اہل اللہ حضور کی ہیں بہتے ہیں جو شخص ان کے ساتھ تعلق
رکھے وہ بھی ضرور بالضرور خدا کے دربار میں پہنچ جاتا ہے ۵

میر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
صحبتِ ایشان اگر باشد نصیب
برتر اند از عرش و کرسی عیلا
آں دُعائے شیخ نے چوں ہر دعا
یک زمانے صحبت یا اولیاء
گوشتِ شہید در حضورِ اولیاء
دولتِ جاوید یابی اے حبیب
ساکنانِ مقعدِ صدق و صفیا
فانی است و گفست او گفت خدا
پہتر از صد سالہ طاعت بے بریاء

پس جب یہ لوگ درباری و حضوری ہوئے تو ان کی خدمت مقدس میں خادمانہ و
مؤدبانہ مخلصانہ طور سے پیش آنا چاہئے۔ کیونکہ یہ لوگ ظاہر کی طرف بہت کم
نظر رکھتے ہیں اور باطن پر زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ اَلطَّرِيقَةُ كَلَامُ اَدَبٍ ۵

اد خدا خواہیم تو فیقِ ادب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
یتیم تو مے را خدا رسوا نکرد
بے ادب محروم ماند از لطفِ رب
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
تا دلِ مرد خدا ناید بدر د

اصل میں ان کے راضی کرنے کا عمدہ طریقہ تو یہ ہے کہ انسان اپنا جان و مال
اہل و عیال ان پر قربان کرے سوہم سے یہ تو ہی نہیں سکتا۔
جاں دہی از بہر حق جانت دہند ناں دہی از بہر حق نانت دہند
کاں دہی از بہر او کانے بُری جاں دہی از بہر او جانے بُری
واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ
و اصحابہ و احبابہ اجمعین ط

فقیر محبوب احمد المعروف عاجز خیر شاہ غفر اللہ لہ و لوا الدیہ بحق حبیبیہ
و سلام

رُوحانی مرض کو کیا کرنا چاہیے؟

”یہ مضمون ہمارے شفیق مکرم جناب ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری اسٹٹ
سرجن جہلم کا علیہ ہے جنکو انٹر ڈیوس ہم نمبرہ ”رُوحانی طبیب“ کے شروع میں کراچیکے ٹی ٹی
ایڈیٹر

روزگار مبدہ نادانی من نکردم شما حذر بکنید

ناظرین والا تمکین نے رسالہ نمبر ۵ میں مضمون ”رُوحانیت اور رُوحانی طبیب“
پڑھا ہوگا۔ اور انہیں بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا کہ رُوحانی طبیب کون ہیں؟ کب
ہیں؟ کب سے ہیں؟ اور کیا کام کرتے ہیں؟ وجہ اس کے لکھنے کی اس واسطے
پیدا ہوئی کہ اکثر لوگ بزرگانِ دین و صوفیائے کرام کے وجود سے اس واسطے
انکار کرتے ہیں کہ ان کی ضرورت کیا ہے؟ بیشک یہ خیال ہر ایک دل میں گزرتا
ہے مگر انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ بد قسمتی سے پیر کا لفظ نئے تعلیم یافتہ گروہ کے
کانوں میں اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اور جو نئی پیر و مرشد کا لفظ آیا وہ اس مضمون

اور قہقہہ کو ترک کر دیتے ہیں۔ ضرورت شیخ کے مضمون پر رُوحی فداہ جناب شاہ صاحب سے بڑھ کر کوئی کیا لکھ سکا۔ جہاں جناب نے اُردو دلائل لکھے ہیں ڈاکٹر ان امراض روحانی کی بھی ایک دلیل ہے۔ اور پچھلے مضمون میں میں نے ضرورت شیخ کو اس پیرامیں ثابت کیا تھا۔ اب اس سالہ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ”روحانی مریض کو کیا کرنا چاہئے؟“ اور ساتھ ہی یہ بھی بتلاؤنگا کہ جو بدائیں جسمانی امراض کے مریض کے واسطے ضروری ہیں اُسی قسم کی ہدایتوں پر عمل کرنا روحانی بیماریوں کے لئے بھی درکار ہے۔ اور جو کہ خود امراض روحانی و عصیان ہیں مدت سے گرفتار ہوں اسلئے ان باتوں کا تجربہ ہو گیا ہے اور اسی خیال پر کہ شاید میرا تجربہ میرے اُردو بھائیوں کو مفید ثابت ہو اور ان باتوں پر عمل کریں۔ ذیل کی چند سطور لکھنے کی جرات کرتا ہوں۔

جہاں خداوندِ عالم نے ہزار ہا نعمتیں انسان کو عطا کی ہیں علم بھی ایک باری نعمت ہے۔ اور اس کے بغیر انسان اور حیوان میں بہت کم فرق معلوم ہوتا ہے۔ سب سے پہلی اور ضروری بات جو مریض کی صحت یابی کے واسطے لازمی ہے وہ یہ ہے کہ اُسے اس بات کا علم ہو کہ میں بیمار ہوں کیونکہ اگر اُسے علم ہی نہ ہوگا تو وہ علاج کیا کرائیگا۔ امراض جسمانی میں تو بعض علامتیں ایسی ہیں جو اُسے طبیب کے پاس جانے کے واسطے مجبور کرتی ہیں۔ مثلاً تپ۔ درد۔ کھانسی وغیرہ۔ روحانی سلسلہ میں بھی خدا نے حکیم نے ایک ایسا انتظام رکھا ہے جس سے انسان کو ہر وقت معلوم ہوتا رہتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں یا راستی پر۔ نفس لوامہ خدا کے پاک کا عطیہ ہے۔ اور صحیح الفطرت انسان جس وقت کوئی غلطی کرتا ہے اُس وقت اُسے اُس کا نفس ملامت کرتا ہے۔ پھر اگر نصیب اچھے ہوئے اور اُس کی ملامت کی پروا کی اور کسی روحانی ڈاکٹر کی طرف دُوراً تو نجات ورنہ روز بروز بدتر حالت ہو کر اُس کا مرض لاعلاج ہو جاتا ہے۔

دوسری بات جو صحت یابی کے واسطے ضروری ہے وہ حسن اعتقاد ہے۔ جسے انگریزی میں قیتہ کہتے ہیں۔ جب تک کسی حکیم یا ڈاکٹر پر اعتبار یا اعتماد نہ ہو تب تک کوئی اُس سے علاج کرنے سے فائدہ نہیں۔ اس اعتقاد پر لوگ اپنے اکلوتے

بیٹوں کی جانیں جراحوں اور ڈاکٹروں کے حوالہ کرتے ہیں۔ اور اس اعتقاد کے بغیر
کڑوی سی کڑوی دوائیں پی جاتے ہیں۔ اس حسن اعتقاد کے اسباب خواہ کھتے
ہی کیوں نہ ہوں۔ مگر تین طریقے ہیں جن سے کسی مریض کا اعتقاد کسی ڈاکٹر کی
نسبت پیدا ہوتا ہے۔ اول یہ کہ اُس نے اپنی آنکھوں اُس ڈاکٹر کو اور مریض
کا علاج کرتے اور اُن بیماروں کو صحت یاب ہوتے دیکھا ہو۔ دوسرے یہ کہ
اُس کی نسبت اخباروں یا کتابوں میں پڑھا ہو۔ غرضیکہ اُس کے دل میں ایک
کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اُس کا رجوع اُس ڈاکٹر کی طرف ہوتا ہے۔ اور
اگر کوئی حکیم ایسا ہے کہ علاج بھی مفت کرتا ہے۔ دوائی بھی بلا قیمت دیتا
ہے تو مریضوں کے دلوں میں اُس کی شش ادب اور بزرگی کا خیال پیدا ہوتا
ہے جو محبت کی علامتیں ہیں۔ محبت کی کئی اور علامتیں ہیں مگر سب سے زیادہ
ضروری علامت کسی کو محبوب سمجھنے کی یہ ہے کہ اُس کی تابعداری کی جائے۔

اب چند منٹوں کے لئے اپنی توجہ اس طرف پھیریں کہ روحانی ڈاکٹروں
اور روحانی علاج پر یہی اصول کس خوبی سے چسپاں ہوتا ہے۔ رسول پاک
صلعم کے حالات کس سے پوشیدہ ہیں اور کون مسلمان ہے جس نے جناب کی
سوانح مقدس مختلف طریقوں سے نہ سنی ہو۔ ہم نے قرآن کریم میں احادیث و
تاریخ کی کتابوں میں پڑھا ہے اور اگر پڑھا نہیں تو علمائے اُمت و بزرگانِ ابن
کی زبانی سنا ہے کہ جناب رسالت مآب کس درجہ کے رحیم۔ شفیق اور مہربان
تھے۔ کس طرح کی تکالیف انہوں نے (اور اور گروہ انبیاء علیہم السلام نے) محض
کلمۃ الحق کے بتلانے کے واسطے اٹھائیں۔ اُن کی نصیحت اُن کا امراض روحانی
کو واضح طور سے ظاہر کرنا اور پھر صاف صاف الفاظ میں ”قل لا اسئلكم
علیہ اجرا“ کہہ کر ہم پر اپنی محبت اور ہمدردی کا پورا ثبوت دینا کس سے پوشیدہ
ہے۔ اپنی ہی قوم کے ہاتھوں اُنہی کے فائدہ کی بات سنانے کے عوض میں
مصیبتوں کا سامنا ہونا پڑا۔ مگر اللہ رے رحم کہ دعا خیر ہی ہمیشہ کی۔ اور سب
دنیا کو ثابت کر دیا کہ بیشک جناب ”خلق عظیم“ رکھتے تھے۔ پھر اگر ہمارے دل
میں ایک معمولی ڈاکٹر کی جو ہمیں در دیا بخار سے نجات دیتا ہے۔ اس قدر محبت

لے آپ کہیں کہ میں تم سے اُسیر اجر نہیں مانگتا۔

اور عزت پیدا ہو جاتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہم میں روحانی طبیبوں اور ہمیں ابد
الاباد تک خوش و خرم رہنے کے طریقہ بتلانے والوں کی قدر و منزلت پیدا نہ ہو
دل کی صحت مزوری ہے اور حالات سے آگاہی ہونی شرط۔ ورنہ کیا مجال کہ ہم
اپنے محسنوں کے حالات سے واقف ہوں۔ اور پھر ان کے نام پر جان نہ
فشان کریں۔

اس بات کو بخوبی سمجھنا چاہئے کہ تابعداری۔ قدر و منزلت۔ وعزت وغیرہ
محبت کی علامتیں ہیں اور ایسی کہ جہاں محبت ہوگی بشرطیکہ اصلی اور سچی محبت
ہو یہ ساتھ موجود ہونگی۔ جیسے چراغ کی روشنی چراغ سے جدا نہیں ویسے محبت
کی علامتیں محبت سے جدا نہیں۔ مگر تاہم محبت کچھ اور ہے اور اس کے انہماک
کے طریق اور اس کی حقیقت مجھ جیسا کم لیاقت کیا بیان کر سکا۔ اسے یا تو روحی
بیان کریں یا کوئی اور صاحب۔ مگر ہاں اتنی عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس
مذہب کے چمک چمکا اور چمک رہا ہوں اور پورے طور سے یقین رکھتا ہوں کہ بغیر محبت
کے دنیا کا کوئی کام نہیں چل سکتا۔

بعض آدمی یہ کہتے ہیں کہ محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے کہ
ان کے احکام ماننے جائیں۔ وہ محبت اور اس کی علامتوں میں فرق نہیں
کرتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ محبت بغیر تابعداری کے محض نام ہی بنا
کی محبت ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ علاوہ تابعداری کے محبت میں
ایک اور چیز بھی ہے جسے ”درد“ کہتے ہیں اور بغیر درد کے محبت کسی کام کی
نہیں۔ اور جب تک دل پر درد کی چوٹ نہ لگی ہو محبت خشک اور بے کار
ہے۔ اور کامل تابعداری اپنے محب سے محال۔

محبت کے دل میں پیدا ہونے کے کئی اسباب ہیں۔ مگر مہم درود دل کا ہونا
دنیا میں لکھوں محبت پیدا کر سکتا ہے۔ خوبی سیرت و خوبی صورت یہ دو الفاظ
ایسے ہیں جو محبت کے کل اسباب پر حاوی ہیں۔ بھلا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
سے بڑھ کر اور کون خوب اخلاق والا ہو گا۔ انہیں خداوند پاک قرآن پاک
میں رحیم۔ رؤف۔ نرم دل۔ رحمت۔ غرضیکہ اخلاق حمیدہ کی مکمل تصویر بتاتا

مہم حضرت شاہ صاحب علیپوری سے مراد ہے۔

ہے تو جو ذات اقدس رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِہِمْ کی خطاب دار ہو اُس سے بڑھ کر اور کون
محبوب بننے کا دعویٰ رکھ سکتا ہے۔ محبوب بھی وہی اچھا اور افضل ہے
جس کے اوصاف افضل ہوں۔ جو رسول ساری دُنیا کے واسطے روحانی ڈاکٹر
بن کر آئے جنہوں نے قرآن مجید جیسی اخلاق کو درست کرنے والی کتاب ہمیں
پڑھائی۔ جن کی اُمت کو خیر الامم کا خطاب ملا۔ اگر ہم اُن کی محبت اور محبت بھی
درد والی نہ کہ۔ فلسفیانہ خشک محبت اپنے دل میں پیدا نہ کریں تو اور کس کی؟
اس واسطے حکم ہے کہ ”جب تک مجھے اپنی جان۔ مال۔ اولاد سے زیادہ پیارا نہ
سمجھو گے تب تک تم کامل ایمان والے نہیں ہو گے۔“ اللہ عز و جل ارحم الراحمین
وَحِبِّ مَنْ یُحِبُّکَ -

متذکرہ بالا بیان سے یہ ظاہر ہو گیا ہو گا کہ علاج کے واسطے ہر دو قسم کے امراض
یعنی امراض جسمانی اور روحانی میں ”حسن اعتقاد“ ضروری ہے جیسے کسی طبیب کا
کہنا ماننے کے بغیر صحت ناممکن ہے ویسے ہی ڈاکٹر ان امراض روحانی کے
فرمان کی عدم تعمیل سے روحانی صحت محال۔ کامل صحت منحصر ہے تابعداری
اور محبت پیدا ہوتی ہے محبوب کے اخلاق کی واقفیت سے۔ اس لئے قبل اس
کہ ہم فضول باتوں اور اعتراضوں میں وقت ضائع کریں ہمیں رسول پاک جو
روحانی ڈاکٹروں کے استاد ہیں اور اُن کے پاک شاگردوں کے یعنی صوفیائے
کرام کے حالات سے پوری پوری واقفیت پیدا کرنی چاہئے۔ اور پھر اصولاً اور
معقولاً بحث کرنی چاہئے نہ کہ انھادُھند طریق پر۔ افسوس ہم میں بزرگان
سلف کے حالات پڑھنے یا سننے کا مذاق ہی نہیں رہا۔ اگر باقاعدہ طور پر ہمیں
اُن کے حالات سنائے جائیں تو کیا محال کہ ہم اگر تندرست دل والے ہیں اُن
کی قدر نہ کریں۔

تیسری بات جو بیماروں کے واسطے اشد ضروری ہے یہ ہے کہ مرض کی ابتدا
ہی میں اُس کا علاج کرایا جائے۔ امراض جسمانی میں اس اصول پر عمل کرنا
اور اس کے فوائد اظہار من الشمس ہیں۔ اگر شروع بیماری میں علاج کیا جائے
تو بہت سی بیماریاں جو بعد میں لاعلاج ہو جاتی ہیں گم ہو جائیں۔ اس اصول

پر عمل کرنا ہر حالت میں ضروری ہے۔ اگر کوئی کل بچنے لگے تو آغاز میں تھوڑی محنت کے ساتھ درست ہو سکتی ہے۔ اور اگر دیر ہو جائے تو اکثر حالتوں میں بالکل بیکار ہو جاتی ہے۔ انسانی جسم کی کل کا بھی یہی حال ہے۔ اس کے پردے یعنی اعضاء بہت نازک ہیں۔ اور ان کے علاج کا بھی یہی دستور ہے کہ جتنے الامکان بہت جلد کیا جائے۔ روحانی پُرزے جسمانی پُرزوں سے بھی زیادہ نازک ہیں اور ان کے بچنے پر بھی اسی بات کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ خداوند پاک اپنے بندوں یعنی صحیح الفطرت انسانوں کی ایک علامت یہ بھی بیان کرنا ہے کہ ”وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحْشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ اللَّيْثَةُ“ اور ایک وجہ یہ حکم ہے کہ ”وَالَّذِينَ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ“ یعنی گناہ کرتے ہی توبہ کرتے ہیں۔ توبہ کا روحانی امراض کے واسطے بطور مہل ہونا میں پچھلے رسالہ میں ذکر کیا ہے اور اگر روز بروز توبہ میں دیری ہوتی گئی تو پھر مرض کے مزمن یعنی پُرانا ہو جانے کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔

نفسِ لوامہ کی مثال مثل ایک شیشہ کے سمجھنی چاہئے۔ شیشہ کا قاعدہ ہے کہ ایک حد تک عیار وغیرہ اُسپر چنداں موثر نہیں ہوتے اور اُس کی جلا کو ماند نہیں پڑنے دیتے۔ مگر بار بار اگر میلا کیا جائے تو پھر آخر اُس کی چمک دمک اور آب و تاب ماند پڑ جاتی ہے۔ یہی حال انسانی دل اور دل کے اُس حصہ کا ہے جسے نفسِ لوامہ اور انگریزی میں کاشنس کہتے ہیں۔

ایک شخص جس نے کبھی چوری نہ کی ہو کبھی جھوٹ نہ بولا ہو۔ کبھی حرام کا مال نہ کھایا ہو پہلی دفعہ ایسا فعل کر نیسے کیسا تیج و تاب کھاتا ہے اور اگر اس روحانی تیج و تاب کا مطلب سمجھ کر توبہ کی تو خیر ورنہ بار بار گناہ کرنے سے دل بھی مُردہ ہو جاتا ہے اور شیشہ قلب بھی رنگ آلود۔

یہ کوئی نئی بات نہیں اور نہ ہی پھیلیاں ہیں بلکہ قرابادین الہی یعنی قرآن مجید میں صاف صاف الفاظ میں سناتا ہے۔ ”ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارِ أََوْ أَلْسِنَةٍ قَسُوهُ أَوْ دُوسٍ جَلَّ لِلَّهِ أَنْ تُدْرِكُوا“ ارشاد ہوتا ہے کَلَّا بَلْ سَاءَ عَلَى قُلُوبِهِمْ اللَّيْثَةُ اسلئے مریض اور خصوصاً روحانی مریض کے واسطے

ضروری ہے کہ بہت جلد علاج کرائے۔ غضب ہے کہ جسمانی بیماریوں کا علاج تو اس زور شور سے کرایا جاتا ہے مگر روحانی امراض کے علاج کے واسطے کسی بے پرواہی برتی جاتی ہے۔ مولانا حالی نے جہاں مسدس قومی شروع کی ہے اُس کے پہلے چار بند کس خوبی سے قوم کی حالت بیان کرتے ہیں۔ اور میرا رائے میں جہاں مسلمانوں کی تباہی کے اذرا سبب ہیں وہاں یہ بھی ایک ہے کہ اول تو اُن کو اپنا مرض معلوم ہی نہیں۔ اور اگر ہے تو وہ اُس کا علاج پہلے درجہ میں نہیں کراتے بلکہ جو اُن کو مریض بتلاتے ہیں اُن پر ہنستے ہیں۔ مولانا کس خوبی سے فرماتے ہیں

کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا
کہے جو طبیب اُس کو ہر یاں سمجھیں
تو تشخیص میں سونکا لیں خطائیں
یو نہی رفتہ رفتہ مرض کو بڑھائیں
یہاں تک کہ چھینے سے مایوس ہوں گے

کہاؤ کھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں
سبب یا علامت گراں کو بتائیں
دوا اور پرہیز سے جی چسپائیں
طبیعوں سے ہرگز نہ مانوس ہوں گے

بالکل یہ اشعار ہماری قوم پر صادق آتے ہیں۔ جسمانی طبیعوں کا تو شاید کوئی خیال بھی رکھتا ہو۔ مگر روحانی طبیعوں کے احکام بلکہ خود خدائے حکیم کے فرمان کی مطلق پرواہ نہیں۔ اور اگر ایسا ہی حال رہا تو بس خُدا حافظ۔ روحانی طبیب ہر طرح سے سمجھاتے ہیں۔ مگر کان پر جوں تک نہیں چلتی۔ خُدا ہم سب اس خواب غفلت سے صدقے اپنے رسول پاک کے جگائے۔ آمین۔

چوتھی بات جیسپر عمل کرنے سے امراض روحانی اور جسمانی سے کلی صحت حاصل ہوتی ہے وہ خاموشی ہے۔ یعنی حکیم سے اُس کے علاج کے متعلق کہ فلاں دوائی کیوں دی اور فلاں نسخہ کس واسطے لکھا بار بار نہ پوچھے جب اپنے معالج کو اپنے سے بہتر لیاقت اور تجربہ والا مان لیا۔ اور یہ بھی دل میں یقین ہو گیا کہ جو کچھ علاج کر گیا میری بہتری کے واسطے کر گیا تو پھر بار بار اُس سے سوال کرنے سے کیا حاصل۔ جب مریض کو امراض کے ماہیت کا علم نہیں۔ ادویہ کے فائدہ استعمال کی خبر نہیں تو فضول باتوں سے کیا فائدہ۔ جو لوگ

ایسا کرتے ہیں انہیں شاید اپنے طبیعوں کی لیاقت پر پورا یقین نہیں ہوتا
ورنہ کیا مجال کہ کامل اعتقاد ہو اور پھر ویسے نیلا لٹ دل میں پیدا بھی ہو جائیں
روحانی علاج میں تو یہ بات از حد ضروری ہے۔ خاموشی اور سر تسلیم خم کرنا ایک
ہی بات ہے اور یہ کبھی حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ دل میں سچی اور دروہ والی
محبت نہ ہو۔ کیا خوب کہا ہے ۵

پہو در پس عشق اخوانی کتاب نطق را طے کن

کہ در باب محبت را زباں دانی دریاں دارد

قرآن پاک میں بھی اسی طرح کا حکم ہے اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
احکام کو ماننے کا بہت زور سے ارشاد ہے اور نہ صرف ماننے کا بلکہ جان و دل
سے ماننے کا اور سر تسلیم خم کرنے کا فرمان ہے۔ خداے پاک فرماتا ہے "فلا
وربک لا یؤمنون حتی یحکموا فی ما شجھر بینہم شرا لیلجدا وافی
انفسہم ہر جا الخ (الایۃ)۔" اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو ہمارے
روحانی طبیب ہیں ان کا حکم بغیر کسی چون و چرا کے ماننا چاہئے۔ جو لوگ ان
باتوں پر جو صوفیائے کرام نے امراض روحانی کے واسطے تجویزی کی ہیں اعتراض
کرتے ہیں کبھی انہوں نے کسی ڈاکٹر سے یہ بھی پوچھنے کی جرأت کی ہے کہ حضرت
آپ سر کھینچا اور برومانڈ اور کونین کیوں دیتے ہیں؟ شاید کوئی ڈاکٹر ان کا
جواب دینے کے واسطے یہ بتلائے لیکن اگر اعتراض کے طور پر اس سے پوچھا
جائیگا تو وہ یہی کہیگا کہ اگر تمہیں مجھ پر اعتبار ہے تو دو دانی کرو۔ ورنہ تم جانو۔
روحانی امراض کی کتابوں میں بھی بہت سے علاج درج ہیں۔ اور ان کو
پڑھنے سے بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے مگر جوابات ایسی ہو کہ اس کا اثر عمل
کے بعد ظاہر ہونا ہو تو اس کا یقین بغیر عمل کئے کیسے آ سکتا ہے۔ اکثر لوگ
بغیر ہدایتوں پر عمل کرنے کے اعتراض کرتے ہیں کہ مراقبہ کا کیا فائدہ؟ اور
تصور کشیخ سے کیا حاصل؟ اور ذکر اللہ کیوں کیا جائے؟ اور فکر سے کیا سود
صاحبان ان کے فائدے ان سے پوچھو۔ جن کا دل بیماری کے بعد تندرست
ہو گیا ہے۔ اور جب تک آپ خود ان پر نیک نیتی سے عمل نہ کریں گے آپ کو

ان کے نتائج کا پتہ ملنا محال ہے کسی بات کی تحقیق گناہ نہیں مگر بے سمجھے بوجھے
اعتراض کرنا سخت نادانی ہے۔ خدا اس سے بچائے۔ آمین۔

پانچویں بات جو صحت یابی کے واسطے ضروری ہے یہ ہے کہ علاج کافی مدت
تک کرایا جائے۔ اکثر بیمار ایک دن ایک کا اور ایک دن ایک کا معالجہ کرتے ہیں
اور پھر شرکایت کرتے ہیں کہ ہم اچھے نہ ہوئے۔ یہ اُن کی اپنی غلطی ہے۔ معمولی
بُخار سے بھی صحت یاب ہونے میں دن لگتے ہیں۔ تو جب امراض جسمانی کے
واسطے اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جلدی نہ لگی جائے تو کیوں نہ
یہی اصول امراض روحانی کے علاج کے واسطے برتنا جائے؟

اکثر لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ ہم نے فلاں صاحب کی بیعت کی مگر اثر نہ ہوا۔
یا فلاں کے حلقہ میں بیٹھے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ یہ اُن کی سراسر غلطی ہے۔ انسل
کے جسم میں مانع اور نخاع اور اعصاب بہت نازک اعضاء ہیں۔ ان کی بیماریا
دیر کے بعد دور ہوتی ہیں تو جو مریض وقت معین سے پہلے صحت کا طلبگار ہو
اگر اُس کی غلطی نہیں تو اور کیا؟ اسی طرح ہم مریضوں کو جو روحانی امراض میں
سرتاپا ڈوبے ہوئے ہیں ہمیشہ صبر اور تحمل سے کام لینا چاہئے۔ ”لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ“
خدا کا حکم ہے۔ اور جلد بادی کرنے کو خدا نے منع فرمایا ہے۔

آخر میں یہ عرض کرتا ہوں کہ مریض کا دل مثل مجنون کے ہوتا ہے اور بہت
جلد ٹوٹ جاتا ہے۔ خصوصاً جب طبیب اُسے اُس کی مرض سے نا اُمیدی کی بات
کے۔ روحانی مریض بھی ایسے ہی ہوتے ہیں اور اُن کا دل بھی ایسا ہی ہوتا
ہے۔ خداوند پاک نے آیت ”لَا تَقْطُلُوا“ میں ہم کو بہت کچھ امید دلوا دی ہے۔ او
ہمیں صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ ہمارے روحانی طبیب ہماری حالت
پر رحم فرما کر تحمل کے ساتھ ہماری عرض سنیں۔ خدا کا شکر ہے کہ قریباً سب
ایسے ہی ہیں۔ اور ایسے طبیبوں کا ہونا مریضوں کے واسطے نیک فال، جو
رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی سرتاپا رحم اور رحمت تھے۔ اُن کی نرم
دلی خدا کے پاک اس طرح سے بیان فرماتا ہے۔ ”فِي مَآرِحَہٗ ثَمَرٌ اللّٰہُ لِنَبِیِّہٖ
لَحْمٌ“ جس دل میں ہمدردی ہے وہ تو ضرور نرم دل اور رحم دل بھی ہوتا۔

اور رحم دلی کی ایک بات کرنے سے مریض کا دل قائم اور اُس کی بے اُمیدی اُمید ہی سے بد لجاتی ہے۔ وہ زیادہ توجہ کے ساتھ علاج کرواتا ہے اور طبیب کے کہنے پر عمل کرتا ہے جس کا نتیجہ اُس کے واسطے صحت اور اُس کے حکیم کے واسطے خوشی اور خدا کے نزدیک بلند ہی مراتب ہے۔

یہ چند باتیں ہیں جن پر عمل کرنا ہر مریض کے واسطے ضروری ہے۔ اور چنکا خا ہر کرنا میں مناسب سمجھا۔ میں نے پہلے مضمون میں اور اس مضمون میں روحانی اور جسمانی دونوں بیماریوں کا اکٹھے ذکر کیا ہے۔ تاکہ جو لوگ جسمانی امراض کے اصول علاج سے واقف ہیں وہ اس مضمون کو پڑھ کر اپنی تسلی کر لیں کہ روحانی امراض کا سلسلہ بھی جسمانی امراض کے مشابہ ہے اور اگر اُن کا علاج کرنا ضروری ہے تو اخلاقی امراض کا علاج اذی ضروری ہے۔ اگر جسمانی ڈاکٹر لاکھوں ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ روحانی ڈاکٹر یا طبیب نہ ہوں۔ اگر جسمانی امراض کی قریباً بیسویں تو کیوں روحانی امراض کی قریباً دین نہ ہو۔ اگر جسمانی امراض کے طبیبوں کا کہنا ماننا صحت کے واسطے شرط ہے تو کیوں روحانی طبیبوں کی متابعت صحت کے واسطے لازمی نہیں۔ اور اسی لئے ہم سب پر فرض ہے کہ ان بزرگانِ دین کا فرمان جو ہمارے واسطے رحمت ہیں۔ دل سے۔ جان سے۔ ایمان سے مانیں۔ اللہم وفقنا للطاعات والعبادات۔ فقط

میر ہدایت اللہ از جہلم

محبت کی حقیقت

آں عقل کجا کہ در کمالِ تو رسد آں روح کجا کہ در جلالِ تو رسد
آں دیر کہ تو پر دمِ برگزینی ز جمالِ تو رسد آں دیدہ کجا کہ در جمالِ تو رسد
ہائے ناظرین رسالہ نمبر ۲ میں "خدا کی محبت" کے متعلق کسی قدر مضمون ملا

فرما چکے ہیں۔ جس میں ہم نے اذروئے قرآن کریم و حدیث شریف و اقوال بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ثابت کر دیا تھا کہ بندے کی محبت خداوند جل جلالہ کے ساتھ ممکن ہے۔ اور نہ صرف ممکن ہی ہے بلکہ شرعی پہلو سے اگر اس مسئلہ پر نظر ڈالی جائے تو بندے کی محبت خداوند جل جلالہ کے ساتھ فرائض دین میں ایک فرض ہے لیکن نہ انسان اولاد کے ساتھ بھی محبت کرتا ہے۔ ماں باپ کو بھی محبت رکھتا ہے۔ خویش و اقارب کو بھی محبوب جانتا ہے۔ دوستوں کو بھی عزیز جانتا ہے۔ اور یہ سارے تعلقات انسانی محبت کے ہی نام سے تعبیر کئے جاتے ہیں۔ تو اب ہم اس امر کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بندہ جو اپنے مولے کے ساتھ محبت رکھتا ہے آیا وہ محبت اولاد کی محبت سے ملتی جلتی ہو یا والدین کی محبت کے مشابہ ہے۔ یا ان محبتوں کے علاوہ کوئی اور محبت ہے۔ اور اگر کوئی اور محبت ہے تو اُس کی کیا تعریف ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ ذاعزہ طلب ہے اسلئے ضروری ہے کہ پہلے ہم لفظ محبت کی تعریف بیان کریں۔

یہ امر معزز ناظرین کو واضح رہے کہ محبت معرفت (پہچان) اور ادراک کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ یعنی جب تک کسی چیز کا ادراک اور معرفت حاصل نہ ہو تب تک اُس شے کے ساتھ انسان ہرگز محبت نہیں کر سکتا۔ مثلاً زید نے عمرو کو عمر بھر میں نہ تو کبھی دیکھا ہے نہ اُس کی کسی دستکاری کے دیکھنے یا کسی سے اُس کا حال سننے کا اتفاق ہوا ہے اور نہ کسی اور ذریعہ سے اُس کی معرفت حاصل کی ہے۔ تو ممکن نہیں کہ زید کے دل میں عمرو کی محبت پیدا ہو۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ محبت کے واسطے محبوب شے کی معرفت شرط ہے تو جمادات محبت کی صفت سے خارج ہو گئے۔ کیونکہ جمادات اینٹ پتھر وغیرہ ہیں قوتِ مدد کہ پانی ہی نہیں جاتی۔ جب ان میں ادراک نہ پایا گیا تو ان کو کسی شے کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور معرفت کے بغیر محبت محال ہے اس صورت میں محبت حیِ مدد رک (زندہ صاحب ادراک) کا خاصہ ٹھہری۔ اب مدد رکات (وہ چیزیں جو ادراک میں آسکیں) پر اگر غور کیا جاوے تو ان میں سے بعض چیزیں ایسی ہیں کہ صاحب ادراک کو ان کے ادراک میں

لذت آتی ہے اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ اُن کے ادراک سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اور بعض ایسی بھی ہیں کہ اُن کا ادراک صاحب ادراک کے واسطے نہ لذت پیدا کرتا ہے اور نہ نفرت۔ اس بات کا اگر مشاہدہ کرنا ہو تو آپ کسی دن چند منٹ کے واسطے کسی بازار کے چوک میں کھڑے ہو کر ملاحظہ فرمائیں کہ بہت سی چیزیں آپ کے سامنے سے ایسی گزریں گی کہ اُن پر نظر ڈالتے ہی زبان سے بیساختہ سبحان اللہ واہ واہ!! نکل جائیگا۔ اور بہت سی ایسی بھی نظر آئیں گی کہ اُنکو دیکھ کر دل متنفر ہو جائیگا۔ بلکہ اُن کی طرف دوسری دھند دیکھنا بھی گوارا نہ کریں گی۔ اور بعض چیزیں ایسی دکھائی دیں گی کہ اگرچہ آپ کی آنکھ نے اُن کو دیکھ لیا ہے لیکن اُن کا دیکھنا نہ خوشی کا باعث ہوئے نہ نفرت کا اسی پر کیا منحصر ہے۔ بالفرض دنیا بھر کی ساری چیزیں بھی اگر ہم آپ کے سامنے رکھ دیں تو آپ کا ادراک اُن چیزوں میں سے ہر ایک چیز پر انہی تین فیصلوں میں سے کوئی ایک فیصلہ جاری کریگا۔

جن چیزوں کے ادراک سے آپ کو لذت پیدا ہوگی ہم کہیں گے کہ یہ چیزیں آپ کے نزدیک محبوب ہیں۔ اور جن کے ادراک سے آپ نفرت محسوس کریں گے وہ چیزیں آپ کے نزدیک مکروہ قرار پائیں گی۔ اور جن کا ادراک آپ کے واسطے نہ لذت پیدا کرے اور نہ نفرت۔ وہ چیزیں آپ کے نزدیک نہ محبوب ہوں گی نہ مکروہ۔ اس سے ثابت ہوئے کہ ہر ایک لذیذ شے صاحب ادراک کے نزدیک محبوب ہوتی ہے۔ اور محبوب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ صاحب ادراک کی طبیعت کو اُس کی طرف میلان ہوتا ہے۔ اور کسی شے کے مکروہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ صاحب ادراک کی طبیعت کو اُس شے کی طرف سے نفرت ہے۔ پس طبیعت کے کسی لذیذ شے کی طرف میلان کا نام محبت کھڑا۔ اور یہی محبت اگر ترقی کر جائے تو عشق کے نام سے تعبیر کی جاتی ہے۔ یعنی پھر محبت کا نام عشق ہو جاتا ہے۔ اور میاں محب عاشق کہلاتے ہیں۔ یہ ہیں معنی لفظ محبت کے۔ جب لفظ محبت کے معنی معلوم ہو چکے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محبت

ادراک اور معرفت کی تابع ہے تو چونکہ ادراک حواس کے تابع ہے یا یوں کہئے کہ حواس ادراک کے آلے ہیں۔ اس واسطے محبت کا حواس میں سے ہر ایک حس کے ساتھ جو تعلق ہے اُس کا بیان کرنا ضرور ہوا۔

واضح رہے کہ ہر ایک حس مُدَرَکات (وہ چیزیں جو ادراک میں آسکیں) میں ایک خاص طرح کا ادراک رکھتی ہے۔ اور جو چیزیں اُس حس کے ادراک میں آویں اُن میں سے بعض چیزوں کے ادراک سے اُس حس میں لذت پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی لذت کے باعث طبیعت کو اُس کی طرف میلان ہوتا ہے تو وہ چیز طبعِ سلیم کے نزدیک محبوب ہوتی ہے۔ مثلاً آنکھ کا کام دیکھنا ہے تو اس کو انہیں چیزوں میں لذت پیدا ہوگی جو اس کے دیکھنے میں آسکیں۔ یعنی آنکھ خوبصورت اشیاء کو دیکھ کر لذت پاتی ہے۔ کان خوش آوازوں کو سن کر لذت حاصل کرتا ہے۔ ناک عمدہ عمدہ خوشبوؤں کو سونگھ کر لذت (چکھنے کی قوت) مزہ دار کھانوں اور لذیذ چٹنیوں کو چکھ کر لذت (چھونے کی قوت) نرم نرم چیزوں کو چھو کر لذت حاصل کرتے ہیں۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ناک خوبصورت چیزوں کو دیکھ کر لذت پاوے اور آنکھ عمدہ عمدہ خوشبوئیں سونگھ کر لذت حاصل کرے۔ کیونکہ ہر ایک حس ایک خاص طرح کے ادراک کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور جو ایک حس کا کام ہے اُس سے دوسری کو کوئی سروکار نہیں۔ ہمارا مطلب اس سے یہ ہے کہ روئے زیبا۔ آواز خوش۔ خوشبو۔ لذیذ کھانے۔ ریشم وغیرہ کے نرم نرم لباس اس واسطے محبوب ہوتے ہیں کہ حواسِ جنسہ کو اُن کے ادراک میں لذت پیدا ہوتی ہے۔ جب حواس اُن کے ادراک سے لذت پاتے ہیں تو طبیعت کو خواہ مخواہ اُن کی طرف میلان ہوتا ہے۔ اور طبیعت کے ایک لذیذ چیز کی طرف میلان کا نام ہی محبت ہے۔

اس مسئلہ کو ہم ذرا کھول کر بیان کرتے ہیں۔ قدرت نے پانچ جاسوس انسان کی تابع فرمان کر رکھے ہیں۔ جنہیں سے ہر ایک کے ذمے ایک ایک کام لگا دیا ہوا ہے۔ مثلاً آنکھ کے سپرد دیکھنے کا کام ہے۔ کان سننے

پر مامور ہیں۔ ناک سونگھنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ زبان چکھنے اور لامسہ چھونے پر متعین ہے۔ ان سب جاسوسوں کا یہ کام ہے کہ حدود سلطنت میں جو خبر ان کو ملے وہ جس مشترک کے حوالے کر دیں۔ اور جس مشترک جو بجائے غرض کی کے دماغ کے پھانک پر بیٹھی ہے۔ اُن خبروں کو سر پھر پادشاہ یعنی عقل نے رُو رُو پیش کرتی ہے۔ اور دربار شاہی سے حکم مناسب صادر ہوتا ہے۔ مثلاً آنکھ جس کا کام صرف رنگوں اور شکلوں کا دیکھنا ہے۔ اگر کہیں شیر کو دیکھ پائے تو جس مشترک کے پاس رپورٹ دیگی کہ اس رنگ اور اس شکل کی ایک شے دیکھی ہے۔ جس مشترک اُسی رنگ اور شکل کو بادشاہ کے پیش کرے گی جہاں اُس پر غور ہوگی کہ یہ شیر ہے۔ بھاگ نکلو یا شکار کر لو۔

ہماری غرض اس تحریر سے یہ ہے۔ کہ جو اس ادراک کے آلے ہیں اور محبت یا نفرت ادراک کے تابع ہے۔ یہاں ایک حدیث شریف اس مسئلہ کی تصدیق کے لئے ہم درج کرتے ہیں۔ حبیب الی من دنیا کہ ثلاث الطیب والنساء وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔ یعنی مجھے تمہاری دُنيا میں سے تین چیزیں پیاری ہیں۔ شہداء اور عورتیں۔ اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

دیکھئے اس حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین چیزیں محبوب فرمائی ہیں۔ جن میں سے پہلی چیز خوشبو جس کا تعلق صرف سونگھنے کی قوت کے ساتھ ہے۔ باقی چار حصوں کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسری چیز عورت ہے جس کا تعلق دیکھنے اور چھونے کی قوتوں کے ساتھ ہے۔ باقی تینوں حصوں میں اس سے بے بہرہ ہیں۔ آخر میں اُس محبوب رب العالمین علیہ علی اکرم السلام نے نماز کو پہلی دونوں محبوب چیزوں سے بلکہ دنیا بھر کی ساری چیزوں سے زیادہ محبوب فرمایا۔ حالانکہ نماز کو نہ آنکھ ناک۔ ذائقہ سے تعلق ہے۔ اور نہ کان اور لامسہ سے۔ غرض جو اس حمنہ میں سے کوئی بھی نماز کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی۔

یہاں یہ بات ذرا غور طلب ہے کہ محبت جو اس کے تابع ہے اور نماز

جو حضرت محبوب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے وہ حواسِ خمسہ میں سے کسی جس کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی تو وہ کیونکر محبوب ہو سکتی ہے۔ یہ بات بالکل آسان ہے۔ تھوڑی سی توجہ سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ حواسِ خمسہ اور اُن کے متعلق جو لذتیں ہیں۔ اُن میں چار پائے انسان کے ساتھ شریک ہیں۔ جس طرح انسان آنکھ کے ادراک میں لذت پاتا ہے چار پائے بھی پاتے ہیں۔ گرمی سردی نرمی سختی کو جس طرح انسان کی قوتِ لامسہ محبوب یا مکروہ جانتی ہے اسی طرح چار پائے کی قوتِ لامسہ بھی جانتی ہے۔ توجہ انسان اور حیوان حواسِ خمسہ کی لذت میں شریک ہیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر وہ کونسی چیز ہے جو انسان اور چار پائے میں تمیز کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات ہو ولقد کرمنا بنی آدم کا مخاطب ہے۔ حضرات! وہ عقل ہی تو ہے جو چھٹی حس ہے۔ جو قلبِ انسانی سے متعلق ہے۔ اُس حس کے ادراک سے وہ شخص نفع اٹھا سکتا ہے جو صاحبِ دل ہے۔ اُس حس کا ادراک باقی پانچوں حسوں کے ادراک سے اقوال و اعلیٰ ہے۔ جن لوگوں نے اُس حس کے ادراک سے نفع نہیں اٹھایا۔ اُن کو قرآن کریم میں ان ہم اکال کا لفظ نام بل ہر اضل یعنی بصیرت سے نفع نہ اٹھانے والے انسان حیوانوں جیسے ہیں بلکہ اُن سے بھی بدتر قرار دیا ہے۔

اب اگر کوئی منکرِ محبتِ الہی اس بنا پر محبتِ الہی کا انکار کر دے کہ ذاتِ حضرت باری عز اسمہ نہ تو آنکھ اُس کو دیکھ سکتی ہے اور نہ کان کا ادراک اس کو پاسکتا ہے اور نہ ذائقہ۔ شامہ۔ لامسہ اُس کو محسوس کر سکتی ہیں۔ تو چلو جو چیز کہ حواسِ خمسہ کا ادراک اُس کو نہ پاسکے یا حواسِ خمسہ اُس کے ادراک سے عاجز ہوں اُس کی محبت ہی محال ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اگر حواسِ خمسہ کے ادراک اور اُن کی لذتوں پر ہی محبت کو منحصر رکھا جاوے تو انسان کی شرافت اور بزرگی سے بھی انکار کرنا پڑے گا۔ اور وہ چھٹی حس بیکار ٹھہری گی جب وہ چھٹی حس جس کو عقل یا نور کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے انسان تو

زائل ہو گئی تو انسان اور چارپائے دونوں مساوی ہو گئے۔ یہ امر ہمارے
نزدیک محال ہے۔ البتہ اُن لوگوں کے نزدیک جائز ہو گا جو انسان کو
حیوانیت کے درجہ سے آگے نہ بڑھیں دیں۔ اور انسان اور حیوان میں کوئی
فرق نہ سمجھتے ہوں۔ اور جو اس خمسہ کے تنگ کوچے سے نکلنا اور اللہ جل جلالہ
کی حکمتوں کی معرفت حاصل کرنا روانہ رکھیں۔ کھانا پینا سونا ہی اپنی زندگی
کا مقصد اعلیٰ سمجھیں۔ ہواے نفسانی کی تابعداری کو عبادت اور لذات
شہوات کو نجات ابدی خیال کریں۔ حیوانوں کی طرح چار روزہ زندگی بسر
کر کے نہایت حسرت اور مذمت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوں۔ کیونکہ
یہ چھٹی حس جس کو آپ عقل کہتے ہیں اس کے اندر ایسا ادراک ہے کہ جو اس
خمسہ کا ادراک اس کے سامنے کوئی شے نہیں۔ بصیرت سے آدمی وہ کچھ
دیکھ سکتا ہے جو بصارت کے امکان سے باہر ہے۔ کجا آنکھ کی بصارت
کجا دل کی بصیرت۔ آنکھ کی بصارت کئی قسم کے نقصانوں میں مبتلا
ہے۔ مثلاً دوسرے کو دیکھ سکتی ہے اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی۔ جو چیز
بہت دُور ہو یا اس کے بہت ہی نزدیک ہو اُس کو بھی نہیں دیکھ سکتی۔ جو
چیز دیوار یا پردے کے پیچھے ہو اُس کو بھی نہیں دیکھ سکتی۔ اُن چیزوں کا
جنکو یہ دیکھتی ہے اسکو ظاہر ہی نظر آتا ہے۔ باطن نہیں دکھائی دیتا۔ جو
میں سے بعض چیزیں اس کو نظر آتی ہیں اور بعض نہیں آتیں۔ اور تنہا ہی چیزیں
کو دیکھ سکتی ہے۔ غیر تنہا ہی کو نہیں دیکھ سکتی۔ اور دیکھنے میں بہت سی ٹھوکر
بھی کھاتی ہے۔ مثلاً بڑی چیز کو چھوٹا دیکھتی ہے اور دُور کی چیز کو نزدیک
دیکھتی ہے۔ ساکن چیز اس کو متحرک نظر آتی ہے۔ اور متحرک چیز ساکن
غرض بالفعل یہ سات نقص جو ہم نے بیان کئے ہیں۔ آنکھ کی بصارت میں
پائے جاتے ہیں۔ اور دل کی بصیرت جس کو عقل کہتے ہیں وہ ان نقصانوں
سے پاک ہے۔ کیونکہ آنکھ اپنے آپ کو نہیں دیکھتی اور عقل اپنے آپ کو بھی
دیکھتی ہے اور اپنی صفات کو بھی جانتی ہے۔ اور غیر کو بھی دیکھتی ہے۔
دوسرے آنکھ دُور کی چیزوں کو نہیں دیکھ سکتی اور عقل کو دُور اور نزدیک

مساوی ہے۔ چشمِ زدن میں آسمانوں کی سیر کرتی ہے۔ اور طرفۃ العین میں زمینوں کے نیچے پہنچتی ہے۔ تیسرے آنکھ پر دس کے نیچے نہیں دیکھ سکتی عقل دیکھ سکتی ہے۔ چوتھے آنکھ چیزوں کا ظاہر دیکھ سکتی ہے عقلِ اشیاء کے اندرونی اسرار اور انکی حقیقتوں کا ادراک رکھتی ہے۔ اور ان حقیقتوں میں خدائے جل جلالہ کی حکمتوں کا پتہ لگاتی ہے۔ اسید طرح باقی حالتوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اصل مطلب یہ ہے کہ بصیرت کا ادراک اشیاء کی حقیقتوں میں ہے۔ اور حواس ظاہر کے ادراک سے جہیں کئی نقص ہیں بصیرت کا ادراک قوی ہے۔ جب ادراک قوی ہے تو اُس ادراک میں جو لذت پیدا ہوگی وہ بھی قوی ہوگی۔ جب لذت قوی ہوگی تو طبعِ سلیم کا میلان لینے محبت بھی اُس چیز کے ساتھ زیادہ ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حواس ظاہری کی لذت یعنی خوشیوں اور عورتوں سے حسِ باطنی یعنی چشمِ بصیرت کے ادراک کی لذت کو المیغ اور اعلیٰ فرمایا ہے۔ جو حضور علیہ السلام کو نماز میں حاصل ہوئی۔ کیونکہ حضور اور حقیقت الصلوٰۃ اور اُس کے اسرار سے کما حقہ وقف تھے۔ اور وہ صاحبِ بھی جو حواسِ حمسہ کے ادراک کے سوا کسی چھٹی حس کے ادراک کے منکر ہیں۔ اگر بصیرت کے ادراک سے کام لیں تو ثابت ہو جائیگا کہ چھٹی حس بھی موجود ہے۔ اور اُس میں ادراک بھی ہے۔ اور ادراک بھی اُن چیزوں کا جو حواسِ حمسہ کے ادراک میں نہیں آسکتیں۔ تو اُن کا یہ خیال دُور ہو جائیگا۔ کہ محبتِ جنس اور مثال کے بغیر محال ہے۔ آئندہ رسالہ میں اسبابِ محبت اور اُس کے اقسام پر غور کی جائیگی۔

ظفر علی ایڈیٹر

حکم
(گزشتہ اشاعت کے)

پس جاننا چاہئے کہ علمِ دین جس کی نسبت مشہور ہے اور صحیح بھی ہے۔ کہ

علم دین فقہ ہست و تفسیر و حدیث - اور قرآن اور حدیث علماء کی فضیلت
جا بجا بیان کر رہے ہیں - علم دین - حسب بیان سابق دو حالتیں رکھتا ہے - ایک ظاہری
اور ایک باطنی - علم ظاہری کیا ہے - صرف و نحو - منطق - معانی بیان - اصول - حدیث
تفسیر وغیرہ - مگر اصل اُن میں حدیث اور تفسیر کا علم ہی ہے - باقی سب اُن ہی علوم
کے حصول کے ذرائع ہیں - اور حدیث اور تفسیر پورے طور پر نہیں آتی جب تک فقہ
نہ ہو - اور فقہ کامل اُسی وقت ہوتا ہے - جب کہ حدیث و تفسیر سے تفقہ فی الدین حاصل
ہو - اگر طوطے کی طرح حدیث و تفسیر یاد کر لے تو کامل فی الدین نہیں ہو سکتا اور
متعدی نہیں بن سکتا - یعنی اُس سے اُس کے نفس کو اور غیروں کو پورا فائدہ
نہیں پہنچ سکتا جس کی وجہ سے معرفت الہی اور طریق معاشرت انسانی جو علم کا
اصول نتیجہ ہے جیسا کہ طوطی شیراز نے فرمایا - کہ بے علم نتوان خدا را شناخت
حاصل نہیں ہوتا - بل ثواب محروم نہیں رہیگا -

اسی طرح اگر باطنی علم حاصل نہیں کریگا - تو اُس کو صرف ظاہری علم سوائے اسکے
کہ اُس کو عالم کہا جائے - اور اُس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا - اور اُس کو وہی کہا
جائیگا - جو بوجہ لادنے والے کو کہا جاتا ہے - چونکہ ان علوم کی تفصیل اور ماہیت نہ
جاننے سے بہت سخت مغالطے ہو جاتے ہیں - اور ہو رہے ہیں - اس لئے ان کی تشبیح
مناسب معلوم ہوتی ہے - پس سمجھ لینا چاہیے کہ علم دین سے مراد علم شریعت -
محمدیہ ہے - یہ فقرہ ہم نے اس لئے بیان کیا ہے - کہ دونوں علوم یعنی علم باطن - اور
علم ظاہر - اُسی وقت سے ہیں - جب سے حضرت انسان دنیا میں آیا ہے - یا
یوں کہیے کہ جب سے بابا آدم پیدا ہوئے - اور ہر ایک نبی ان ہی علوم کی تعلیم دیتے
رہے - اور وہ فلاسفہ جو کہ اپنی لیاقت پر نازاں ہو کر انبیاء کرام کی تعلیم سے روگردان
ہو گئے تھے - ان ہی علوم کو برتتے رہے - اور اُن کے حصول کے قواعد و ضوابط
کرتے رہے -

جس کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں - کہ ان علوم کا چہرہ ایک مذہب اور ہر ایک قوم
میں پایا جاتا ہے - پر حسب طرح سرور عالم علیہ التیجۃ والسلام نے ان علوم کی افراط
تفریط کو دور فرما کر حد اعتدال پر پہنچا کر حدود کو قائم کیا ہے - کسی رہبر یا ریاضی

نے ایسا نہیں کیا۔ اسی واسطے آپ نبوت کا خاتمہ کر نیوالے اور دین کو کامل کرنے والے ہیں۔ کیونکہ مذہبی قواعد میں افراط تفریط ایسی ہو گئی تھی۔ کہ کوئی مذہب مکمل طور پر انسان کے لئے کافی خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ کسی مذہب میں باطنی صفائی کی طرف زیادہ توجہ کی گئی۔ اور ظاہر کا کچھ خیال نہیں رکھا گیا۔ اور کسی مذہب میں ظاہری صفائی کو ذریعہ نجات سمجھ کر باطن سے مہنت پھیرا گیا اور باطنی یا ظاہری صفائی کے ایسے قواعد مقرر کئے گئے جو تکلیف مالا یطاق کے درجہ کو پہنچ جانے کے سبب انسان کے عمل میں آنے محال ہو گئے تھے۔

اُسی وقت رحمۃ للعالمین محبوب رب العالمین نے تشریف لا کر ان سب سلاسل اور بندشوں کو توڑ کر حکم فرمایا۔ لا اکراہ فی الدین۔ دین میں زبردستی نہیں۔ لا رہبانیت فی الاسلام۔ اسلام میں رہبانیت نہیں۔ یہی ساری وجہ ہے شریعت محمدیہ کی سب شریعتوں پر افضل و اشرف ہونے کی۔ اور چونکہ انسان مرکب ہے۔ ظاہری اور باطنی دو جوہروں سے یعنی۔ روح اور جسم سے اس واسطے انسان کے لئے شریعت محمدیہ کافی ہے۔ اور جب تک یہ انسان جو ظاہر اور باطن یعنی روح اور جسم سے مرکب ہے دنیا میں موجود ہے۔ اُس کے لئے یہ شریعت جو ظاہر اور باطن سے مرکب ہے۔ مکفی ہے اس واسطے حکم ہوا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُم دِیْنَکُمْ یعنی ہم نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا۔ جب تک تم دنیا میں ہو اسی مذہب کی خواہ وہ محمدی جماعت کے نام سے مشہور ہو۔ اور خواہ اُس کو محمدی طریقہ کہا جاوے تمہارے پیروی ضروری ہے۔ اِس کی تھوڑی سی اگر تفصیل آپ سننی چاہتے ہیں تو یوں سنئے کہ دنیا میں انسان موجودہ کے لئے مذہب وہ اچھا اور موزون صحیح ہے جس میں تین امور پائے جائیں۔ کیونکہ مذہب کے معنی چلنے کی جگہ یا طریق چلنے کا۔ پس انسان کو دنیا میں چلنے کا راستہ بتانے سے کیا غرض ہے۔ چلنے کا طریق تو اُس میں قدرت نے پیدا ہی کر دیا ہے یعنی پاؤں چلنے کے لئے۔ اور زمین جگہ چلنے کی بنیادی ہے۔ مذہب سے غرض یہ ہے کہ اُس کی معاشرت کی رفتار اِس کو بتائی جاوے یعنی زندگی بسر کرنے اور نجات کا طریقہ حاصل کرنے کے لئے مذہب کی پابندی ضرور ہے۔ اور جس شخص کو زندگی بسر کرنے اور نجات پانے کی خواہش ہی نہیں

اس کے لئے مذہب کی پابندی بھی ضروری نہیں نہ اُس کو کوئی مذہب کا پابند
کرتا ہے اور نہ ہی وہ پابند رہ سکتے ہیں۔ وہ کون لوگ ہیں مجاہدین اور
مدبوش اور مست ان کو مذہبی تکلیف ہرگز نہیں ہے۔ یہ لوگ آزاد ہیں جن کو
نجات اور معاشرت کی ہوش ہے وہی پابند مذہب ہوتے ہیں۔ اور انہیں
کو مذہب کی ضرورت بھی ہے۔ پس سچا مذہب وہی ہے جس میں وہ باتیں جو
جن سے ہماری معاشرت ٹھیک رہ سکے یا ان کو کہنے کہ جس کے اصول انسان
کی طاقت سے بڑھ کر ہوں اور نجات کا طریقہ بھی ایسا بیان کیا گیا ہو کہ انسان
پابندی قواعد معاشرت ان وسائل کو عمل میں لانے کی طاقت رکھتا ہو۔
یہ باتیں جیسا کہ اسلام میں بیان کی گئی ہیں اور کسی مذہب میں بیان نہیں
ہوئیں۔ اس کی تفصیل کے لئے یہ رسالہ جگہ نہیں رکھتا۔

علم دین ظاہری کی بنا پانچ رکن اسلام پر ہے جو میں اُپر بیان کر آیا ہوں
اور علم باطن کی بنا یہی پانچ رکن ہیں مگر نہ باعتبار ظاہر عمل کے بلکہ باعتبار باطن
اسکو عمل میں لانے کے۔ اگرچہ علم باطن اور ظاہر کے سمجھنے میں آپ کو یہ مضمون
بڑھ کر کچھ متاثر نہیں رہا ہوگا۔ کیونکہ اس مضمون میں فلسفی طور پر ثبات کر دیا گیا ہے
کہ ہر ایک شے کا ظاہر اور باطن ہے۔ اور علم بھی ایک شے ہے اس لئے اس کا
ظاہر اور باطن بھی ہے اور مخلوقات بھی اشیاء تھیں۔ اور ہر ایک شے کا ظاہر
اور باطن ہوتا ہے۔ پس حد واسطہ کے نکال دینے سے پہلی شکل جو یہی الائنس
ہے نتیجہ دیگی کہ معلومات کا بھی ظاہر اور باطن ہے۔ مگر آجکل عام بات یہ ہو رہی
ہے کہ قرآن و حدیث کا ثبوت ہر ایک میں طلب کیا جاتا ہے۔ اس لئے آپ کو
قرآن اور حدیث سے ظاہر اور باطن علم کا ثبوت دیا جاتا ہے۔ قرآن شریف
اور حدیث شریف ایسے مضامین سے پُر ہیں نمونہ ایک دو سندیں پیش کرتا
ہوں۔

قرآن شریف میں ہے: ﴿جَانِئِیْ دَالِیْ (عالم) اور نہ جَانِئِیْ دَالِیْ (عالم)﴾ اور
نور علم اور ظلمت (جہل) برابر نہیں ہیں۔
حدیث شریف میں ہے: ﴿مَنْ رَا دِیْنَ مَتَمِّیْنَ سَكَّاهُ﴾ کے لئے جبریل آیا تھا۔

دو انوجس طرح نماز میں قعدہ کی حالت میں بیٹھتے ہیں اگر بیٹھ گیا اور ایمان
اسلام کا سوال کیا۔ اخیر میں سوال کیا کہ احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ
احسان یہ ہے کہ تو اپنے مالک کی عبادت ایسی کرے گویا تو اپنے مالک کو دیکھ
رہا ہے۔ اگر یہ حاصل نہ ہو تو اتنا ہی جان کہ میں مالک کے سامنے کھڑا ہوں
اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

صاحبو نماز پڑھ لینا علم ظاہری ہے اور احسان علم باطنی ہے۔ نماز ایک
مخصوصہ سے ادا کرنی ظاہر ہے۔ خشوع خضوع اپنے مالک کو سامنے دیکھنا
اپنے آپ کو اُس کے حضور میں کھڑا خیال کرنا باطن ہے۔ اور دوسری جگہ صریح
محکم ہے۔ وَعَلَّمَناكَ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا۔ یعنی ہم اُس کو خضر علیہ السلام کو اپنی طرف
کے یعنی لَدُنَّا عِلْم دیا۔

غرض دلائل قرآن و حدیث کے بہت ہیں۔ غور کرنے پر معلوم ہو سکتے
ہیں۔
باقی آئندہ

اخبار

رسالہ نمبر میں ہم نے اطلاع دی تھی کہ عالی جناب قطب دوراں حضرت حافظہ حاجی
سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری دامت فیوضہم کا ارادہ بیگانہ تشریف لیجانے
کا ہے۔ انیس کہ حضرت ممدوح بوجہ علالت طبع سفر کی برداشت نہ فرما سکے۔ اور لاہور سے
علی پور شریف کی طرف مراجعت فرمائی۔ جہاں آپ اب تک رونق افروز ہیں۔ اور آپ نشا
اللہ انجمن خدام الصوفیہ کے دوسرے سالانہ جلسہ پر جو ۲۱-۲۲ ماہ مارچ ۱۳۹۷ھ کو لاہور منعقد ہوئے
والا ہے۔ لاہور میں تشریف لائیں گے۔ بعدہ عرس شریف تاج اولیاء سر حلقہ ہضیا
عالی جناب حضرات صاحب رحمۃ اللہ علیہ چورہ شریف میں جو محرم کی ۲۹ تاریخ کو مقرر
ہے۔ براہ جہلم گجرات۔ راولپنڈی شامل عرس ہونگے۔

حضور ممدوح الصد کے صاحبزادگان والا شان صاحبزادہ حافظ مولوی محمد حسین صاحب
حافظ خادم حسین صاحب کی شادی کی تاریخ ۲۸ صفر مطابق بہمنی ۱۳۹۷ھ قرار پائی ہے
ہم پاروں کو پیشگی اطلاع دیتے ہیں کہ تاریخ مقررہ شادی کی شمولیت و سعادت یارین جاسکرے

رِسْدَر

۱۲۰۰ء ۱۲۰۱ء ۱۲۰۲ء ۱۲۰۳ء ۱۲۰۴ء ۱۲۰۵ء ۱۲۰۶ء ۱۲۰۷ء ۱۲۰۸ء ۱۲۰۹ء ۱۲۱۰ء ۱۲۱۱ء ۱۲۱۲ء ۱۲۱۳ء ۱۲۱۴ء ۱۲۱۵ء ۱۲۱۶ء ۱۲۱۷ء ۱۲۱۸ء ۱۲۱۹ء ۱۲۲۰ء ۱۲۲۱ء ۱۲۲۲ء ۱۲۲۳ء ۱۲۲۴ء ۱۲۲۵ء ۱۲۲۶ء ۱۲۲۷ء ۱۲۲۸ء ۱۲۲۹ء ۱۲۳۰ء ۱۲۳۱ء ۱۲۳۲ء ۱۲۳۳ء ۱۲۳۴ء ۱۲۳۵ء ۱۲۳۶ء ۱۲۳۷ء ۱۲۳۸ء ۱۲۳۹ء ۱۲۴۰ء ۱۲۴۱ء ۱۲۴۲ء ۱۲۴۳ء ۱۲۴۴ء ۱۲۴۵ء ۱۲۴۶ء ۱۲۴۷ء ۱۲۴۸ء ۱۲۴۹ء ۱۲۵۰ء ۱۲۵۱ء ۱۲۵۲ء ۱۲۵۳ء ۱۲۵۴ء ۱۲۵۵ء ۱۲۵۶ء ۱۲۵۷ء ۱۲۵۸ء ۱۲۵۹ء ۱۲۶۰ء ۱۲۶۱ء ۱۲۶۲ء ۱۲۶۳ء ۱۲۶۴ء ۱۲۶۵ء ۱۲۶۶ء ۱۲۶۷ء ۱۲۶۸ء ۱۲۶۹ء ۱۲۷۰ء ۱۲۷۱ء ۱۲۷۲ء ۱۲۷۳ء ۱۲۷۴ء ۱۲۷۵ء ۱۲۷۶ء ۱۲۷۷ء ۱۲۷۸ء ۱۲۷۹ء ۱۲۸۰ء ۱۲۸۱ء ۱۲۸۲ء ۱۲۸۳ء ۱۲۸۴ء ۱۲۸۵ء ۱۲۸۶ء ۱۲۸۷ء ۱۲۸۸ء ۱۲۸۹ء ۱۲۹۰ء ۱۲۹۱ء ۱۲۹۲ء ۱۲۹۳ء ۱۲۹۴ء ۱۲۹۵ء ۱۲۹۶ء ۱۲۹۷ء ۱۲۹۸ء ۱۲۹۹ء ۱۳۰۰ء

شیخ عبد بن صاحب عرافض پولیس جموں۔
ماسٹر فضل الہی صاحب درزی۔ ڈھکی حجاماں۔ جموں
منشی محمد حسین صاحب مستونگ علاقہ قلات ملک بلوچستان
جناب سید فرزند علی شاہ صاحب جانشین علی پور مستونگ علاقہ قلات
میاں محمد سلطان صاحب مسجد لکھوداتا۔ جموں
منشی فضل دین صاحب پٹواری۔ بڈہال قاضیاں۔ ڈاکخانہ ریسنگ پور
جناب میاں غلام محی الدین صاحب سوداگر۔ محلہ کوهوٹوہ کلکتہ
مولوی ابو القاسم سید شاہ صاحب رئیس رنگپور۔ بنگال
سردار الف خاں صاحب۔ جموں
منشی عبد الباقی صاحب۔ جموں
ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب اسٹنٹ سرجن جہلم
مولوی تسلیم الدین صاحب۔ وکیل۔ رنگپور۔ بنگال
مولاداد بہشتی۔ چھاؤنی کوٹہ۔ ملک بلوچستان
مولوی اشرف الدین صاحب۔ مختار۔ رنگپور۔ بنگال
منشی محمد عبد اللہ صاحب۔ دفتر وزارت گلگت
حاجی محمد عاصی صاحب ٹھیکیدار۔ ستیا نوالہ۔ ریاست فریدکوٹ
حکیم چراغ الدین صاحب محلہ جولاہ کا۔ جموں
ماسٹر فضل الہی صاحب تھرڈ ماسٹر۔ مشن ہائی سکول۔ گجرات پنجاب
حکیم ہاشم علی صاحب پولیس انسپکٹر۔ گلگت
میاں مولا بخش صاحب سوداگر چرم۔ ڈھکی حجاماں۔ جموں
محمد ابراہیم خاں صاحب۔ نمبر ۱۲۔ امر و لولہ لین کلکتہ
مولوی برکت علی صاحب۔ بی۔ اے۔ گھڑ تیل۔ ضلع سیالکوٹ
منشی محمد دین صاحب ملازم دھرم ارتھ۔ ڈھکی حجاماں۔ جموں

ہرگز نہ دیکھو نہیں بے عشق التماس ثبت است ہر سیرۂ عالم دوما

رسالہ انوار الصوفیہ جس کے انوار آفتاب کی طرح دشتاں ہیں جس کے مضامین
علم سلوک اور تصوف کے روح و روان ہیں اسلام کالب لباب اور بوتان
دین کا گل انتخاب کہنا اسے زیبا ہے اللہ اللہ کیسے اسرار روحانیت کے گہا
رعنا اُسیں شگفتہ ہو رہے ہیں قلب میں اگر عرش ہے تو اس سالہ کا ایک ایک
اُس عرش کی تبدیل ہے یعنی مومنوں کے قلب اُس کے انوار فیض سے منور ہو
یہ رسالہ نہیں ہے ایک گلہ رتہ ہے جسمیں گلشن ایجاد کے نادر پھول سجا کر ارضا
ذوق کے پیش کئے گئے ہیں یہ اور رسالوں کی طرح ایک بار مطالعہ کے بعد تقویم پاپہ
سمجھا جا کر ردی میں پھینکا جانے کے لائق نہیں ہے اس کو دیکھئے پھر دیکھئے
بار بار دیکھئے بلکہ اس قدر دیکھئے کہ محو تماشا ہو جائیے۔ یہ شاہد معنی ہر بار بابت
جلوہ گری کریگا اور نئی اداسے صورت دکھاویگا۔ نظر باز آنکھ اور قدردان
کا ہونا شرط ہے۔ اسکی بقیدی محرمیت کی دلیل ہے آئیے اس عزیز کا خیر مقدم
اور اسکو آنکھوں کی راہ میں اور دل پر پردہ جان میں اتاریے۔ اور اس کی ہر باری
کو ملاحظہ فرمائیے اور اس شمع کو بار بار اس کے حضور میں ٹھٹھٹھے بہر دم چرخ درازنگہ گرائی
شوے دگر انگیزی ذوق دگر افزائی مگر صواب نگاہ رہے۔ راقیہ ایڈیٹر